Digitized by Khilafat Library Rabwah.

اشاعۃ السنۃ النبویۃ

علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ

نمبر اول و دوم معہ جلد ششم

ضمیمہ متضمن مسائل مذہب محدثین اہل السنۃ

بابت ماہ ربیع الاول و الثانی سنہ ۱۳۰۰ھ مطابق ماہ جنوری و فروری سنہ ۱۸۸۳ء

شرح قیمت وغیرہ امور متعلقہ رسالہ

درجات و مراتب قیمت		تفصیل خریداران بشرح مراتب	قیمت سالانہ	
درجہ	مرتبہ		بابت رسالہ	بابت ضمیمہ
۱	اعلیٰ قیمت	اسلامی ریاستوں کے نواب اور رئیس۔	دوعہ	لے
۲	خاص قیمت	گورنمنٹ انگریزی و معزز عہدہ داران گورنمنٹ و عام اغنیا و لائبریری و سوسائٹی ہا	عہ	لے
۳	عام قیمت	متوسط اہل وسعت۔	لے	عہ ۱۲؍
۴	رعایتی قیمت	کم وسعت جو دس روپیہ ماہوار سے زیادہ آمدنی نہ رکھیں اور سالانہ پیشگی داخل کریں	ے	۱۲؍
۵	مفتی قیمت	بے وسعت جو دس روپیہ ماہوار کی آمدنی نہ رکھیں مگر علمیت رکھیں اور اشاعت کریں۔	ثواب آخرت	دعا و خیر

اشتہار

رسالہ منح الباری فی ترجیح صحیح البخاری کے اب تھوڑے سے نسخے ہمارے پاس رہ گئے ہیں اور غالباً ہمارے سوا اور کہیں نہیں ملتے۔ ناظرین کو اسکی ضرورت کا وقت جلد آئیگا جبکہ ضمیمہ آیندہ میں بضمن جزء سوم مقدمہ جوابات مطاعن صحیح بخاری کا اسپر حوالہ دیا گیا ہے شاید اسوقت کوئی نسخہ کسی کے ہاتھ نہ آوے اور آخر وہ پچتاوے لہذا جلد مطالبہ مناسب ہے قیمت [illegible] محصول [illegible]

مصباح الادلہ

مصباح الادلہ جواب ادلہ کاملہ کے بھی اب تھوڑے سے نسخے ہمارے پاس رہ گئے ہیں۔ اور وہ بھی شاید اب دوسری جگہ نہیں ہیں انکو خریدار بھی توقف نہ کریں قیمت [illegible] محصول [illegible] ارسال کرکے رسالہ طلب فرماویں ایسا ہی رسالہ

تحفۃ القارئین جسمیں ضاد و دال کی بحث ہے اب وخت ہو چکنے والا ہے اسکے شائق بھی جلدی کریں

قیمت [illegible] محصول [illegible]

اشتہار

رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر (۵ و ۶) جلد ۴ کی جسمیں [illegible]

مطبع مفید عام لاہور میں چھپا۔

متخصص
عذر [illegible] معقول [illegible]
اشاعۃ السنۃ [illegible]
[illegible]
[illegible]
رسالہ اشاعۃ السنۃ [illegible] مضمون
[illegible]
[illegible] مضمون
[illegible] اثبات
[illegible]
[illegible] الوجود
[illegible] مسئلہ [illegible]
[illegible]
ختم الکتاب ۱۲

جانتے ہین۔ صوفی۔ وعالم یا فقیہ وزاہد۔ ایسے لوگون کو مواخذۂ قیامت سے ڈرنا اور سوء ظنی سے بچنا زیادہ تر مناسب ہے۔ آیندہ اختیار ہے ہر کس مصلحت خویش نکو میداند ؂

کیفیات سال اول ودوم وسوم سے۔ مین صرف انکا حساب جمع وخرچ دکھانا چاہتا ہون جو ممبران کمیٹی (انجمن اشاعۃ السنہ) کا مجھپر حق ہے ؁۶ء مین جب یہہ رسالہ کمیٹی سے منتقل ہوکر میرے ملک تصرف مین آیا تو مجھپر پچھلے حساب کا دکھانا واجب ہوا۔ مگر اس عرصہ تین سال تک عدم فرصتی نے کچھہ کرنے ندیا۔ اب بھی مجھسے تو کچھہ نہ ہوسکتا۔ میرے معزز دوست منشی محمد عبداللہ صاحب نقشہ نویس سپرنٹنڈنگ ملٹری ورکس اور شیخ عبدالرحمن صاحب محرر اشاعۃ السنہ نے کئی ہفتہ لگاکر حساب بنایا۔ تو اس فرض ادا ہونے کا دن آیا۔ مگر اس حساب کے پیش کرنیسے پہلے ایک **تمہید** کا عرض کرنا ضروری ہے جو اس رسالہ کی حصول آمدنی وخرچ سے لوگون کو آگاہ کرے اور **وہ یہہ ہے** کہ یہہ رسالہ جون ؁ سے اخبار سفیر ہند کے ضمیمہ مین شائع ہونا شروع ہوا تہا۔ اپریل ؁ مین یہہ بنام رسالہ اشاعۃ السنہ موسوم ہوکر مستقل طور پر شائع ہونے لگا۔ اسکا خرچ طبع واشاعت چند احباب کے ذمہ پر تھا جو انجمن اشاعۃ السنہ کے ممبر کہلاتے اور مختلف شرح سے چندہ دیتے۔ یہہ رسالہ گو بحسب قاعدہ ان ممبرون کا ملک تھا مگر اس سے کسی کا ذاتی فائدہ یا تجارتی قاعدہ پر نفع اوٹھانا مدنظر نہ تھا۔ اسکی چندہ آمدنی قیمت سے صرف اسکا جاری رکھنا مدنظر تھا۔ ابتدا سے مارچ ؁ تک اسکا اہتمام طبع و اشاعت وحساب وکتاب منشی **محی الدین** کلرک محکمہ ریلوی نہر سرہند کے ذمہ تھا۔ اور مضمون لکھنا میرے ذمہ۔ مارچ ؁ سے اُنہون نے نوکری وبیماری کے عذر سے اسکا اہتمام چھوڑ دیا تو دونون کامون (مہتممی ومضمون نگاری) کا بوجھہ مجھپر پڑا۔ جسکے سبب میری شبانروزی اوقات اسی رسالہ کی خدمت مین صرف ہونے لگے۔ اور میرے ذاتی تعلقات واشغال معرض نقصان ہوئے۔ **تسپر** منشی محی الدین صاحب نے میرے ذاتی مصارف کو منجملہ مصارف رسالہ سمجھکے مجھسے خفیہ طور پر ممبران انجمن ساکن روپڑ ولودہانہ رہون پنڈی مظفرگڈھ جبلپور۔ بہوپال وغیرہ سے (جو اسوقت ممبر تھے۔ اس باب مین

مشورہ لیا۔ اور ان مصارف کے تقرر کے لیئے تین صورتون کو پیش کیا۔ (۱) بعض ممبرون کا چندہ ان مصارف کے لیئے خاص کیا جاوے اور اسکا حساب کمیٹی مین شامل رہے۔ (۲) اس مخصوص چندہ کا حساب بھی علٰحدہ کیا جاوے۔ (۳) مہتمم کو کل چندہ سے ذاتی خرچ نکالنے کا اختیار دیا جاوے۔ جسکی تعداد بیس روپیہ ماہوار سے کم نہو۔ پس اکثر ممبرون کے آرا کا اتفاق اسی تیسری صورت پر ہوا جسکے مطابق ایک حصہ ذاتی مصارف مہتمم کا بھی مصارف اشاعت رسالہ مین داخل ہوا۔

آخر سنہ ۹ تک اسی اصول پر سلسلہ جاری رہا مگر اس عرصہ اڈھائی سال مین انجمن سے رسالہ کو کچھ اثر نہ پہنچا نہ رسالہ سے انجمن کو جسکا بیان مفصل **کیفیت سالانہ جلد سوم** مین ہوچکا ہے۔ اور آثار طرفین کا مدار صرف مہتمم خاکسار رہا۔ اور آمدنی خرچ مین بھی چندان فرق نہ آیا۔ اسلیئے مہتمم نے بلاضرورت کمیٹی کے ماتحت حکومت رہنے اور بلا فائدہ بازپرس کا محل ہونے سے سبکدوش ہونیکے لیئے پرچہ اول سنہ مین اس تجویز کو پیش کیا کہ اس رسالہ کو آیندہ کمیٹی سے کچھ تعلق نہوگا۔ اور اسباب مین خاص طور پر بذریعہ خطوط بھی ممبران موجودہ انبالہ۔ شملہ۔ پنڈی۔ جبلپور۔ چناب۔ چھانگا مانگا۔ راہون۔ راونڈ۔ لودہانہ۔ کھوری مظفرگڈہ۔ میانمیر۔ وزیرآباد۔ وغیرہ سے (جو اسوقت سے پہلے انکاری ہوچکے تھے) مشورہ لیا گیا پس کل ممبرون نے (بجز دو ممبرون کے) اس تجویز پر اتفاق کیا جسکی مفصل کیفیت اشاعت آینہ نمبر ۲ و ۳ جلد ۳ مین اسیوقت شائع ہوچکی تھی اور دونون دفعہ کے خطوط ممبران بھی ہمارے پاس موجود ہین جسکو کچھ شک ہو وہ اصل خطوط ملاحظہ کرسکتے ہین۔ یہہ **تمہید** حساب ہے جو اس رسالہ کی مختصر تاریخ ہے۔ اب حساب عرض کیا جاتا ہے۔ مگر اس پرچہ مین ہم کل ممبرون اور خریدارون کی اسم وار آمدنی بتا نہین سکتے کیونکہ انکی تعداد دو سو نام کے قریب ہے جسکے لیئے کئی اوراق درکار ہین جو اس پرچہ مین خالی نہین ہے۔ اس پرچہ مین تینون سالون کی مجمل رقوم آمدنی بتائینگے۔ پرچہ آیندہ مین انکی تفصیل کردینگے۔ انشاء اللہ تعالی۔

نقشہ حساب جمع وخرج اشاعۃ السنہ از اگست ۷۷ع لغایت دسمبر ۷۹ع

تفصیل خرچ۔

سنہ جمع وخرج	۵ ماہ سنہ ۷۷ع	سالتمام سنہ ۷۸ع	سالتمام سنہ ۷۹ع
رقوم اجمالی جمع	۲۳۶-۲-۰	۷۶۱-۱۴-۰	۱۰۰۳-۹-۰
چھپوائی جسمین اجرت کاپی وقیمت کاغذ جو مطبع نے دی شامل ہے۔	۲۱۹-۱-۹	۱۵۸-۴-۰	۱۰۴-۱۲-۰
کاغذ جو مطبع کو دلا گیا۔	:	۵۵-۱-۳	۸۱-۱-۹
اجرت کاپی جو مطبع مین لکھا کر دیگئی	:	۳۹-۲-۰	۶۰-۰-۰
اجرت کاتب مسودہ قلمی وتنخواہ محرر رجسٹر	۳-۰-۰	۱۰-۱۴-۶	۷-۶-۹
تنخواہ مہتمم وایڈیٹر بحساب [illegible] ماہوار	:	۲۴۰-۰-۰	۲۴۰-۰-۰
محصول ڈاک۔	۲۳-۱-۹	۱۵۵-۹-۹	۷۶-۳-۹
سائر خرچ جسمین خسارہ فیس کورٹ وہنڈوی وٹکٹ وسفر خرچ متعلق اشاعۃ السنہ داخل ہے۔	۸	۳۵-۱۴-۳	۱۰-۲-۶
میزان	[illegible]	۹۲۴-۱۳-۹	۸۲۰-۳-۳
باقی یا فاضلہ۔	باقی بنام کمیٹی ۸۶-۹-۹	باقی بنام کمیٹی [illegible]	فاضلہ کمیٹی ۱۸۳-۵-۹

یہ سولہ روپیہ [illegible] کمیٹی

کے نام باقی نکلے مہتمم نے کمیٹی کو معاف کیا۔

قرآن کی اخلاقی تعلیم بمقابلہ انجیل۔

پادری صاحبان اپنی ذریات اور عام ناواقفون کو یہہ کہکر کہ "قرآن مین اخلاقی تعلیم نہین ہے۔ جو ہے سو یہی ہے کہ کافرون کو لوٹو اور مارو یا یہہ کہ عورتون سے مباشرت کرو"۔ اسلام سے بدظن کرتے ہین۔ اور اسکے مقابلہ مین انجیل کی اس تعلیم پر کہ دشمنون کو پیار کرو۔ اور جو تمہاری داہنی گال پر طمانچہ مارے اسکی طرف بائین گال بھی پھیر دو۔ پیش کر کے فخر کرتے ہین۔

انکے اس فخر و اعتراض کے **دو جواب** ہین۔ اول یہہ کہ اخلاقی تعلیم کس کام آتی ہے جبکہ اعتقادی تعلیم نہو۔ ایک خوش خلق رحم دل لوگون کی گالیان بلکہ جوتیان کھاتا ہے اور رات دن لوگون کے ساتھ سلوک و احسان سے پیش آتا ہے۔ پر وہ (دہریہ یا لامذہب ہے) خدا یا اسکے رسولون کو نہین مانتا یا وہ خدا اور رسول کو اسطرح نہین مانتا جسطرح خدا اور رسول نے کسی مذہب (مثلاً محمدی یا عیسائی) کے ذریعہ سے فرمایا ہے کیا وہ اس خوش خلقی کے سبب نجات کا مستحق ہے۔؟

اگر پادری صاحبان کے نزدیک وہ نجات کا مستحق ہے تو پھر پادری صاحبان کا دین عیسوی اور اعتقاد تثلیث و کفارہ کی تعلیم و ترویج مین جدوجہد کرنا سعی لاحاصل ہے۔ صرف خوش اخلاقی کی ہدایت کافی ہے اور اگر وہ صرف اخلاق کے سبب نجات کا مستحق نہین ہے اور اس نجات کیلئے درستی اعتقاد شرط ہے تو پادری صاحبان ہمکو یہہ بتا دین کہ انجیل مین وہ اعتقادی تعلیم کیا ہے جو نجات کا سبب ہونے کی لائق ہے۔

اکثر+ **عیسائی** اعتقاد **تثلیث** یا ابنیت یا الوہیت مسیح اور **اعتقاد کفارہ** کو موجب نجات سمجھ رہے ہین۔ پس اگر انجیل کی اعتقادی تعلیم یہی ہے تو اسکا موجب نجات ہونا خیال و محال نظر آتا ہے مسئلہ تثلیث یا الوہیت یا ابنیت مسیح پر تو ہم پھر کسی موقعہ پر بحث کرینگے۔ اس مقام مین ہم مسئلہ **کفارہ پر بحث** کرتے ہین اور اپنے معصر پادری صاحبان اور عامہ ناظرین کو بتلاتے ہین کہ مسئلہ کفارہ مین کسقدر صحت کا شائبہ ہے اور اسکا موجب نجات ہونا کیونکر متصور ہے۔

پادری فنڈر صاحب نے کتاب مفتاح الاسرار کے دوسرے باب کے تیسری فصل مین مسئلہ کفارہ کی یہہ تقریر کی ہے

+ اکثر کی قید اسلئے لگائی گئی ہے کہ فرقہ یونی ٹیرین تثلیث و الوہیت مسیح کے قائل نہین ہین۔

“چونکہ سب آدمی گنہگار ہین اور انسان اپنے تئین کسی طرح پاک نہین کرسکتا اور وہ طاقت نہین رکھتا کہ اپنے تئین کسی راہ سے گناہ و جہنم کے عذاب سے چھوڑا دے - اور خدا بھی اپنی تقدس اور پاکی کے سبب ناپاک آدمی کو قبول نہین کرسکتا - اور اسکو اپنی عدالت کے تقاضا کے موافق گنہگارون کو سزا دینا ضرور پڑتا ہے پر اپنی رحمت و محبت کے سبب یہہ بھی نہین چاہتا کہ آدمی لاچار رکہہ ابدی ہلاکت مین داخل ہو - اسلیئے اسکی رحمت و محبت کی کثرت سے ازلی کلمہ نے اوتار لیا - اور یسوع مسیح مین انسانیت کی صورت پر ظاہر ہوکے مسیح نے گنہگارون کی واجب سزاؤن کو اپنے اوپر قبول کیا - اور اپنے دکھہ اور موت اور قیام اور صعود کے سبب ایماندارون کو گناہ اور دوزخ کے عذاب سے چھوڑا کر ابدی نجات اور ہمیشہ کی نیکبختی کے لیئے حاصل کی - اور اسی کتاب مین صفحہ ۷۶ و ۷۷ کہا ہے از بس کہ انسان سب گنہگار ہین اور نہ کوئی آدمی نہ کوئی نبی اپنے تئین نہ اورون کو گناہ اور اسکی سزا سے چھوڑا سکتا ہے اور خدا بھی اپنی تقدس اور عدالت کے سبب بے بدلہ اور بے کفارہ معاف نہین کرتا - اور گناہ کا بدلہ اور کفارہ صرف اُسی شخص سے ادا نہین ہوسکتا ہے جو بندگی کے مرتبہ مین ہو - کیونکہ وہ جو خود بندہ ہی تو بندگی اسپر لازم ہوئی - پس وہ اورون کی جگہہ بندگی کر کے ثواب حاصل نہین کرسکتا - لہذا ضرور ہی کہ شفیع و نجات دینے والا کمال کے یعنے الوہیت کے مرتبہ مین ہو - پس اگر مسیح الوہیت کے مرتبہ مین نہوتا یعنی خدا کا بیٹا اور خدا نہوتا تو شفیع اور نجات والا بھی نہوتا” -

یہہ تقریر و اعتقاد اول سے آخر تک خلاف عقل و مخالف حق و صواب ہے اسکا موجب نجات ہونا کسیوجہ سے لائق تسلیم نہین ہی - جو اسمین **اولاً کہا گیا** ہے کہ گنہگارون کی عذاب و نجات کی نسبت خدا کی رحمت و عدل کا باہم تنازع ہی - رحمت یہہ چاہتی ہی کہ خدا تعالی انکو ابدی عذاب مین نہ رکھے - عدل چاہتا ہے - کہ وہ ضرور عذاب مین رکھے - یہہ محض غلط و مغالطہ ہی خدا کی رحمت و عدل مین ہرگز **تنازع** نہین ہے - اسکی رحمت ہرگز اس گنہگار (کافر یا مشرک) کی نجات کے متقاضی نہین جسکو دائمی عذاب کا عدل متقاضی ہے - اور اُسکا عدل ہرگز اس گنہگار (مومن فاسق) کے دائمی عذاب کا متقاضی نہین جسکی ہمیشہ کے لیئے معذب نہونے کی رحمت مقتضی ہی - اسکی رحمت اسی گنہگار (مومن فاسق) کی مخلصی کی

مقتضی ہے - جسکی مخلصی کے عدل اجازت دیتا ہے - اور اسکا عدل اسی گنہگار (کافر یا مشرک) کی دائمی عذاب کی متقاضی ہے - جس کے دائمی عذاب سے رحمت مانع نہین ہے -

اِسکا سِرّ یا (عام محاورہ کی موافق) اصول یہہ ہے - کہ خداوند تعالی رحیم محض+ (یا مطلق) نہین ہے اور اُسکی رحمت ایسی عام و بی قید نہین ہے کہ وہ ہر محل مین ظہور کی متقاضی ہو - بلکہ وہ رحیم باقید ہے اور اُسکی رحمت اسی محل مین ظاہر ہونے کی مقتضی ہے جہان عدل کی اجازت ہو - **وہ محل** گنہگاران اہل ایمان ہین - رحمت الٰہی ان ہی کی نجات کی مقتضی ہے - اور عدل انکی نجات کا مانع نہین ہے **کیونکہ** ان گنہگارون مین جیسی وصف مقتضی عذاب (گناہ کمتر از کفر) موجود ہے - اور اس وصف کے لحاظ سے عدل انکی سزا و عذاب کا تقاضا کرتا ہے - ویسی ہی وصف مقتضی نجات (ایمان بخدا و رسُول) بہی موجود ہے - اس وصف کے لحاظ سے عدل انکی نجات و مخلصی سے مانع نہین ہے -

پہر یہہ نجات دو صورت سے ممکن و متصور ہے - عدل ان دونون سے مانع نہین ہے

اول یہہ کہ گنہگار مومنون کو بعوض اور بقدر انکی گناہ کی سزا دیکر آخر بلحاظ ایمان نجات دیجاوے اس صورت نجات سے عدل کا مانع نہونا تو ظاہر ہی ہے - اسصورت مین وصف مقتضی نجات و وصف مقتضی عذاب دونون کے مقتضا کا لحاظ پایا جاتا ہے اور عدل و رحمت دونون صاف طور

+ ایسپر ہر ایک مذہب آسمانی مین (جو کافرون کو دائمی عذاب تجویز کرتے ہین) **حتی** کہ مذہب عیسائی بہی جو منکرین تثلیث و کفارہ ذبحت یا الوہیت مسیح کو جہنمی بتاتا ہے) شہادت پائی جاتی ہے - اور فطرت یعنی حالات محسوسہ موجودہ عالم دنیوی بہی ایسپر شاہد ہے ہم صاف دیکہتے ہین کہ دنیا مین جب کوئی ایسا کام کرتا ہے جو اُسکے مقتضاء طبع کے مخالف ہوتا ہے (جیسے انسان کا زہر کہا لینا اور پرند جانور کا گہاس کہانا) یا مقتضای وضع و اصول تمدن کے مخالف ہوتا ہے (جیسے کسی کو ناحق مار ڈالنا یا اُسکا مال لوٹ لینا) تو وہ دنیا مین ہلاکت یا عذاب مین مبتلا ہوتا ہے - یہان شان رحیمی خداوندی کہان متحقق ہوتی ہے؟ اگر خداوند تعالی رحیم محض ہوتا تو کسی انسان کو جو زہر کہا لے یا آگ مین کود پڑے ہلاک ہونے نہ دیتا - اور **اگر کہو** یہہ ہلاکت یا عذاب خدا کیطرف سے نہین ہے انسان نے اُسکو خود پیدا کیا ہے جبکہ اپنے اختیار و ارادہ سے اسباب و افعال ہلاکت کا ارتکاب کیا - تو **اولاً** یہہ کہنا تعدد خالق کا قائل ہونا ہے یا ممکن الوجود کو واجب الوجود سمجہنا - انسان کیسا ہی فعل مختار و کاسب و مباشر اسباب کیون نہو وہ آپ کسی فعل و کسب مین فیضان خداوندی سے مستغنی نہین ہے - اُسکا فعل مختار و کاسب ہونا اسی معنی کر

پر مستحق ہین۔

دوسری صورت یہہ کہ گنہگار مومنون کو عام معافی دیجاوے اور بلا سزا انکی بخشش و نجات ہو اسمین انکی وصف مقتضی نجات (ایمان) کا لحاظ کیا جاوے۔ وصف مقتضی عذاب (گناہ کمتر از کفر) کا لحاظ فروگذاشت ہوے۔ اسصورت مین گو بظاہر مجرم کو بلا سزا چھوڑنا اور اُسکی وصف مقتضی عذاب کا لحاظ نکرنا خلاف عدل معلوم ہوتا ہے مگر بنظر غور سے دیکھا جاوے تو یہہ امر خلاف عدل نہین ہے۔ خلاف عدل تب ہوتا جبکہ بلا وجہ مجرم کو چھوڑا جاتا۔ اور بلا سبب) اُسکی وصف مقتضی عذاب کا لحاظ ترک کیا جاتا۔ مگر یہان یہہ امر بلا وجہ نہین ہوا اس مجرم مین اس وصف مقتضی عذاب کے مقابلہ مین ایک مزاحم قوی دوسری وصف مقتضی نجات ایسی پائی جاتی ہے۔ کہ وہ بحکم عدل وصف مقتضی عذاب پر ترجیح و غلبہ رکھتی ہے۔ اور اُسکے مقابلہ مین اسکا لحاظ نکرنا اور اُسکو اسپر ترجیح دینا بے وجہ و خلاف عدل نہین ہے۔

عدل ایسے مجرم کی سزا دہی کو جسکا گناہ اسکی اطاعت سے کمتر ہو اور اُسکی اطاعت اسکے گناہ سے بڑہکر ہو واجب نہین

ہے کہ اسمین اختیار و کسب خداوند عالم کیطرف سے رکہا گیا ہے جو جبر و تسخیر مین۔ کہا نہین گیا۔ اس معنی کر کہ وہ اختیار و کسب کا خود پیدا کرنیوالا ہے اور وہ بہی کچھ حصہ خالقیت رکہتا ہے ثانیاً؛ بداہۃً کوئی نہ سمجہے تو ہم اسکے سمجہانے کو اور مثالین پیش کرتے ہین جنمین ظاہری اختیار و اسباب کی مباشرت پائی نہین جاتی۔ دیکہو بہت سے بچے مادرزاد اندہے و اپاہج پیدا ہوتے ہین بہتیرے بچے سخت امراض سے معذب ہو کر ہلاک ہوتے ہین لاکہون چیونٹیان و غیرہ حیوانات لوگون کے پاؤن کے نیچے دب کر مر جاتے ہین۔ یہان ظاہری اختیار و مباشرت اسباب کہان پائی جاتی ہے تاکہ ان مخلوقات کو اپنی ہلاکت کا خالق قرار دیا جاوے۔ اسمین کوئی ہندو یا اور کوئی قائل تناسخ یہہ کہے کہ یہہ پچہلے جنم کی ارتکاب کی سزا ہے تو اسمین اولاً خدا کیطرف سے سزا دینے کا اقرار ہے۔ جو ہمارے اصل اس مدعا کا کہ خدا رحیم محض نہین ہے وہ گنہگارون کو سزا بہی دے سکتا ہے مؤید ہے۔ ثانیاً اسپر یہہ سوال وارد ہوتا ہے کہ اگر خدا تعالی رحیم مطلق ہے تو اُسنے ایسی اسباب کو کیون پیدا کیا۔ جنکی مباشرت سے انسان اس جنم مین بازعم ہنود و تناسخیہ پچہلے جنم مین سزا پانے کے لائق ہوا بالجملہ لوگون کا دنیا مین باختیار و بلا اختیار انواع تکلیف مین معذب ہونا صاف یقین دلاتا ہے کہ خداوند تعالی رحیم محض نہین ہے۔ بلکہ رحیم ہونیکے ساتھہ عذاب کنندہ بہی ہے۔ ۱۲ صدق

ٹھیراتا بلکہ بمقتضاے اسی قاعدہ ترجیح راجح اسکے گناہ کمتر از کفر کو بلحاظ اسکی اطاعت کے (یعنی ایمان کے جو راس الطاعات ہے) بلا سزا بخشدینا اور معاف کرنا جائز رکھتا ہے **اس امر کو** مسلمان تو مانتے ہی ہین جو بحکم ان آیات و احادیث کے جنمین یہہ بیان ہے کہ شرک یا کفر سے کمتر گناہون کو

> ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر
> ما دون ذلک لمن یشاء +

خدا جسے چاہے بخشدے - یہہ اعتقاد رکھتے ہین کہ کفر سے کمتر گناہ کی بلا سزا الہی بخشش جائز و متوقع ہے

عیسائی بہی (انصاف اختیار کرین اور ہٹ دہرمی سے انکار نکر بیٹھین) تو اسی بات کو مدار نجات سمجھ رہے ہین **سچ پوچھو** تو انکے کفارہ مجوزہ کا اصل اصول یہی بات ہے وہ کفارہ کی نسبت یہی اعتقاد رکھتے ہین کہ جو شخص مسیح کے کفارہ ہونے پر ایمان لائے وہ خواہ کتنا ہی گنہگار ہو اس اعتقاد و ایمان کفارہ کے عوض و بلحاظ سے نجات کا مستحق ہے - اور یہہ بعینہ وہی بات ہے جو ہمنے صورت دوم مین کہی ہے کہ گنہگار مومن (خواہ کفر سے کمتر کتنا ہی گناہ کرے) ایمان کے بدلے عفو و نجات **کا مستحق ہے** عدل اسکے عفو و نجات کا مانع نہین ہے -

اس بیان سے ثابت ہوا کہ جو اس تقریر کفارہ مین اولا کہا گیا ہے کہ گنہگارون کی نجات و عذاب کی نسبت خدا تعالی کی عدل و رحمت کا باہم تنازع ہے یہہ محض غلط و مغالطہ ہے - ایسا ہی جو اس **تقریر** مین آخر کہا ہے اور اس تنازعہ عدل و رحمت کا **فیصلہ** کیا ہے **وہ** اور بہی **غلط** و سخت مغالطہ ہے اور اس عربی مثل مشہور کا مصداق ہے جسکا مطلب یہہ ہے - کہ ایک شخص مینہہ سے بہاگا

> فر من المطر و قام تحت المیزاب

اور پرنالہ کے نیچے آکھڑا ہوا - ۱۲

اس فیصلہ مین عیسائیون نے خدا کیطرف سے وکیل ہو کر عدل کا حق تو یہہ ٹھہرا دیا ہے کہ ہم تیری مقتضاء سے درگذر نہین کرتے اور گنہگارون کو بلا سزا نہین چھوڑتے انکے گناہون کی سزا اپنے آپ بھگتے ہین (چنانچہ مسیح کو اوتار اور خود خدا کہنے کا لازمہ ہے) یا اپنے فرزند ارجمند کے سر پر ڈالتے ہین

من قال ان ربک شدید العقاب و انہ لغفور الرحیم - ابطال تناسخ کی نسبت ہم پہلے ہی وعدہ دے چکے ہین اور پہر وعدہ کرتے ہین کہ عنقریب ہم اسمین بحث کرینگے اور اس کا ابطال عمل مین لاوینگے - ۱۲

(چنانچہ مسیح کو صرف خدا کا بیٹا کہنا چاہتا ہے) اور رحمت کا یون گھر پورا کر دیا کہ ہم تیری مقتضاد سے بہی درگذر نہین کرتے گنہگارون کو عذاب سے سبکدوش کر کے بہشت مین داخل کرتے ہین - مگر ان **خواہ مخواہ کے وکیلون** نے یہہ نہ سمجہا کہ اس فیصلہ مین عدل و رحمت دونون ٹوٹ گئی - نہ عدل کی داد دیگئی - اور نہ رحمت کی حق رسی ہوئی - عدل تو یون ٹوٹا کہ مجرم بلا سزا چہوٹا رحم یون ٹوٹا کہ گنہگار کا بوجھ بگیناہ کے سر پڑا - پہر وہ بگیناہ اگر خدا کا بیٹا ہے تو اس سے بڑہکر کیا بی رحمی ہے کہ مجرم کا گناہ اپنے بگیناہ فرزند پہ ڈالا - اور مجرم کو بہشت مین اور فرزند کو دوزخ مین داخل کیا - اور اگر وہ بگیناہ (جسنے مجرمون کا بوجہہ لیا) خود خدا جل و علی ہے تو یہہ بی رحمی و ظلم سے بڑہکر سفاہت و جفا ہے - کوئی عاقل یہہ تجویز کر سکتا ہے کہ جو بادشاہ مجرم کو بلا سزا چہوڑ دینا خلاف عدل سمجہے وہ اسکے جرم کی سزا اپنے آپ پر جاری کرے اور اسکے عوض مین اپنے موںہہ پر ایک دوہتڑ یا جوتا مارلے تاکہ اُسکا قانون عدل جزا و سزا دینے کا نہ ٹوٹے - مین یقین نہین کر سکتا کہ عیسائیون کے سوا کوئی عاقل ایسی تجویز کرے -

اس بیان سے ثابت ہوا کہ جس اعتقاد کفارہ کو عیسائی موجب نجات سمجہتے ہین - اسکا موجب نجات ہونا خیال و محال ہے - پس اگر انجیل کی اعتقادی تعلیم یہی ہے تو اس اعتقادی تعلیم کے ساتھ اخلاقی تعلیم انجیل کس کام آتی ہے - جسپر عیسائی فخر کرتے ہین - اور اسکی نظر سے انجیل کو قرآن پر ترجیح دیتے ہین -

دوسرا جواب یہہ کہ جسقدر اخلاقی تعلیم انجیل مین ہے وہ سب کی سب قرآن مین موجود ہے - کوئی ایک مسئلہ بہی اخلاقی ایسا نہین جو انجیل مین ہو اور قرآن مین نہو - جو اسکے خلاف کا مدعی ہے وہ کوئی ایک مسئلہ بیان کرے - اور ہم سے اسکا جواب لے -

قرآن مین اسکے علاوہ بیان اخلاق مین یہہ رعایت بہی ہے کہ اس سے سیاست و انتظام عامہ خلائق مین فرق نہ آجاوے بخلاف بیان اخلاقی انجیل کے کہ اسمین اس امر کی رعایت نہین ہے -

پہلے ہم اون اخلاق کو بیان کرتے ہین جو قرآن مین ویسی ہی مذکور ہے جو انجیل مین مذکور ہین - پہر قرآن کی

اس رعایت خاص کو بیان کرینگے جو انجیل مین ملحوظ نہین ہے -

سورۂ نسا مین ہے - خدا کو پوجو اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نکرو - اور مان باپ سے نیکی کرو اور قرابتیون سے اور نزدیکی ہمسایہ سے - اور دور والے ہمسایہ سے - اور ہم پہلو صحبتی سے - اور مسافرون سے - اور اپنے غلامون سے - خدا اس سے خوش نہین جو تکبر اور فخر کرتے ہین -

> واعبدوا الله ولا تشركوا به شيئا وبالوالدين احسانا وبذى القربى واليتمى والمسكين والجار ذى القربى والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبيل وما ملكت ايمانكم ان الله لا يحب من كان مختالا فخورا (نساء ع ٦)

اور **سورۂ انعام** مین ہے - اپنی اولاد کو فقیری کے خوف سے قتل نکرو - تمہین اور انہین ہم ہین رزق دینے والے - اور کھلی اور چھپی بیحیائی کے نزدیک مت جاؤ - اور کسی جان کو ناحق نہ مارو - اور یتیم کے مال کے پاس نجاؤ مگر اچھے طور سے جبتک کہ وہ جوان ہو - اور ناپ اور تول پورا کرو - ہم کسی کو اسکی طاقت سے باہر حکم نہین دیتے - اور جب بات کہو حق کہو اپنے قرابتی پر کیون نہ پڑے - اور خدا کے عہد کو پورا کرو - خدا تمکو یہہ نصیحت کرتا ہے - تا کہ تم نصیحت مانو -

> ولا تقتلوا اولادكم من املاق نحن نرزقكم واياهم ولا تقربوا الفواحش ما ظهر منها وما بطن ولا تقتلوا النفس التى حرم الله الا بالحق ذلكم وصكم به لعلكم تعقلون ولا تقربوا مال اليتيم الا بالتى هى احسن حتى يبلغ اشده واوفوا الكيل والميزان بالقسط لا نكلف نفسا الا وسعها واذا قلتم فاعدلوا ولو كان ذا قربى وبعهد الله اوفوا ذلكم وصكم به لعلكم تذكرون
>
> (انعام ع ١٩)

اور سورہ **بنی اسرائیل** مین ہے قرابتیون کو انکا حق دہو اور مسکینون اور مسافرون کو اور فضول خرچی مت کر - فضول خرچ شیطان کے بھائی ہین -

> وات ذا القربى حقه والمسكين وابن السبيل ولا تبذر تبذيرا ان المبذرين كانوا اخوان الشياطين وكان الشيطان لربه كفورا (بنی اسرائیل ع ٣)

اب قرآن کی اس رعایت خاص کو بیان کیا جاتا ہے جو اخلاقی تعلیم مین اس نے کی ہے - اور وہ

وَمَا اَدْرٰکَ مَا النَّیچَرُ عنوان کا مضمون درج ہے ہمکو ضرورت ہے جس قیمت سے وہ پرچہ ہمسے کسی نے لیا ہے اُس قیمت سے زیادہ ہم اُسکو دینگے بھیجنے والے خرید کو ۸ ۔ ۶ ۔ والے کو عصہ جسکو وہ پرچہ دینا منظور ہو وہ ہمکو بذریعہ ایک کارڈ اطلاع دیوے۔ پہر بعد مطالبہ روانہ کریں۔

اشتہار

پرچہ اشاعۃ السنۃ سنین گذشتہ اضعافا مضاعفہ ہین اس سے زیادہ اضعافا مضاعفہ کیا ہوگی کہ اب ہم خود بعض پرچونکی دی ہوئی قیمت سے زیادہ قیمت دیکر خریدار ہین جنکو پچھلے پرچون کا شوق ہو وہ چند جلدین مرتب جو ہمارے پاس ہین جلد خرید کرین ورنہ تہوڑے زمانہ مین وہ رہی سہی نایاب ہونگے اور شائقین کے ہاتھ نہ آئینگے

تفصیل اجلاد موجودہ مع قیمت

جلد اول اشاعۃ السنۃ جسمین ضمیمجات اخبار سفیر ۷۷ شتہ وغیرہ بھی شامل ہین اور اسمین مسائل عشرہ اشتہارات ۷۷ کی بحث ہے ۱۱ ماہ کے پرچون کا صرف ایک فائل (مجموعہ) کامل ہے قیمت عہ جلد سوم کی (جسکے شروع مین بعض مطالب ادلہ کاملہ سے بحث ہے اُسکے بعد نیچریون کے جوابات) تین فائل کامل ہین قیمت فی جلد عہ، جلد سوم جسمین نیچریون کے جوابات ہین کا فائل کامل ایک ہی ہے۔ قیمت عہ ان تینون جلدونکے خریدار کو ربع قیمت معاف ہوگی جلد سوم و چہارم ناقص کے لیے نسخے ہین سوم مین نمبر (۱ و ۹) نادر ہین۔ چہارم مین (۱ و ۲ و ۹) نادر ہین قیمت فی جلد عہ جو پوری قیمت عہ دے اُسکو اور جگہہ سے پرچے خرید کر پورے کر دیجاوینگے۔ جلد پنجم کے پورے نسخے دو ہین قیمت فی نسخہ عہ سب جلدونکے خریدار کو اسمین سے بہی ربع قیمت معاف ہے۔

ابو سعید محمد حسین۔ لاہور۔ محلہ سید مٹھہ

اشتہار

چونکہ **ولادت مسیح** نے لوگون کے خیالات کو پیچ و تاب مین ڈالدیا ہے۔ لہذا نیاز مند نے بنظر فائدہ عوام صریح آیات قرآنی سے بے پدر ہونا حضرت مسیح ؑ کا ثابت کیا ہے۔ اور عقلی بحث بہی کی گئی ہی سید احمد خانصاحب کی ہر ایک بات کا کیا عقلی کیا نقلی جواب تہذیب سے دیا گیا ہے۔ غرض کہ رسالہ قابل مطالعہ ہے قیمت فی جلد ۲/ محصول ۱ دس جلد کے خریدار کو محصول معاف ہے۔ بیس جلد کے خریدار کو ایک نسخہ علاوہ بران ملیگا۔ درخواست حسب ذیل ہو

الراقم مؤلف رسالہ **غلام اللہ** لاہور موچی دروازہ مدرسہ احمدیہ۔

اڈیٹر کہتا ہے مینے اس رسالہ کو اول سے آخر تک سنا۔ یہہ اکثر اشاعۃ السنۃ کا خلاصہ ہی۔ اور طرز کلام لائق فہم عوام ہی۔ عوام کو اسکے پڑہنے سے فائدہ ہوگا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

انجیل مین نہین۔

(۱) **انجیل** مین کہا ہے کہ اگر کوئی تجھے دہنی گال پر طمانچہ مارے تو بائین گال بھی پھیر دے۔ (متی ۵۔ ۳۹)

قرآن مین یہہ بات بھی کہی ہے کہ برائی کو معافی کرو چنانچہ سورہ **شوریٰ** مین فرمایا ہے۔

وجزاؤ سیئة سیئة مثلها فمن عفا واصلح فاجره علی الله۔ ان الله لا یحب الظلمین ۔ ولمن صبر وغفر ان ذلک لمن عزم الامور (شوریٰ ع ۴)

برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے۔ پر جو معاف کرے اور درستی کرے اسکا اجر خدا پر ہے۔ خدا ظالمون کو دوست نہین رکھتا۔ اور فرمایا جو صبر کرے اور معافی دے تو یہہ ہمت کے کامون سے ہے۔

اور **بقرہ** مین حکم قصاص کے بیان مین کہا ہے کہ جسکو اپنے بھائی سے خون معاف ہو جاوے

فمن عفی له من اخیه شیء فاتباع بالمعروف واداء الیه باحسان (بقرہ ع ۲۲)

وہ اچھی طرح سے خونبہا ادا کرے۔ اور وارثان مقتول اچھی طرح سے مطالبہ کرین۔ یہان بھائی کہنا صرف اسی ترغیب سے ہے کہ اسکو بھائی سمجھکر معاف کر دین۔

مگر ساتھ ہی اسکے یہہ بھی فرمایا ہے۔ کہ جو تمپر زیادتی کرے اُسپر تم ویسی ہی زیادتی کرو۔ اور

فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیه بمثل ما اعتدی علیکم (بقرہ ع ۲۴)

کتب علیکم القصاص فی القتلی الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی (بقرہ ع ۲۲)

فرمایا کہ تمہارے لیئے قصاص کا حکم ہے اصیل بدلے اصیل کے غلام بدلے غلام کے اور عورت بدلے عورت کے۔

ان دونون قسم کے احکام کے بیان مین رعایت سیاست انتظام بھی پائی جاتی ہے۔ اور اخلاقی تعلیم بھی موجود ہے۔ ظالم کو بدلہ کا ڈر سنا دیا۔ اور نیکون کو معافی کا حکم دیا۔ اسمین یہہ فائدہ ہوا کہ ظالم خوف مواخذہ سے رُکیگا۔ اور نیکون کو معافی کا حکم دیا گیا۔

بخلاف تعلیم انجیل کے کہ اسمین اخلاقی تعلیم تو ہوئی مگر ظالم کو ظلم سے روک نہوئی بلکہ ظلم کرنیکی جرأت دلائی گئی۔ جب وہ دیکھیگا کہ مظلوم نے ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری گال میری طرف کر دی ہے۔ تو وہ بیدھڑک ہر کسی کو مارتا پھرے گا۔ یہان تک کہ ایکدن وہ بھی کسی کے ہاتھ سے

سے مارا جاویگا - اسمین نہ صرف ایک ظالم کا بگاڑ ہے - یا اس مظلوم کا ظاہری نقصان ہے بلکہ کل عالم کا بگاڑ و نقصان متصور ہے - اسی نظر سے قرآن اپنی اس حکیمانہ دورُخی تعلیم پر فخر کیا ہی - اور

ولکم فی القصاص حیوۃ یا أولی الالبٰب (بقرہ ع ۲۲)	حکم قصاص کا یہہ بھید بتایا ہے کہ اس حکم مین تمہاری لیئے زندگانی ہے -

اور سورہ **حج** مین فرمایا ہے کہ اگر خدا تعالی لڑنے کے بدلے لڑنے کا حکم دینے سے ایک کو دوسرے

ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوٰت ومسٰجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا - (حج ع ۶)	سے نہ روکتا تو صومعے اور کنیسے اور چرچ اور مسجدین جنمین خدا کا نام لیا جاتا ہے سب کے سب گرجاتین -

(۲) **انجیل** مین کہا ہے کہ جو تجھے عدالت مین لیجائے اور تیرا چوغہ مانگے تو اسی کوٹ بھی دیدے اور جو تجھے ایک میل بیگار لیجائے تو دو میل اسکے ساتھ جا - (متی ۵ - ۴۰ و ۴۱)

اس حکم سے اگر یہہ مراد ہے کہ ظالم کے آگے دب جا تو اسکی نسبت **قرآن** کا فیصلہ پہلے حکم مین آچکا ہو کہ نہ بالکل ایسا دبے کہ پھر ظالم سر نہ اُٹھانے دے - اور نہ بالکل اُسکی مقابلہ کیلیئے کھڑا ہو رہے - اور اگر اس سے صدقہ و خیرات مراد ہے تو قرآن نے یہہ امر بھی سکھایا - اور مومنون کی تعریف مین صاف

ویؤثرون علیٰ انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ ومن یوق شح نفسہ فاولٰئک ھم المفلحون (حشر ع ۱)	فرمایا ہے کہ وہ اپنی جانون پر اورون کو مقدم کرتے ہین - اگرچہ وہ فاقہ مین مبتلا ہون - اور جو نفس کی حرص مال سے بچایا گیا وہ نجات پانے والا ہے -

مگر ساتھ ہی اسکے یہہ بھی فرمادیا ہے کہ تو اپنے ہاتھ کو گردن سے باندہ لے پھر تجھے ملامت کرینگے

ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک ولا تبسطھا کل البسط فتقعد ملوما محسورا ۵ (بنی اسرائیل ع ۳)	(یعنی بخیل کہینگے) اور نہ سبھی پھیلا دے تا کہ تو خالی ہاتھ بیٹھہ رہے -

اسمین بھی اعتدال و انتظام عام کی رعایت ہے جو انجیل کی تعلیم مین نہین ہے -

(۳) **انجیل** مین کہا ہے کہ تو دشمن کو پیار کر انکے لیئے برکت چاہ جو تمہین لعنت کرین (متی ۵ - ۴۴)

قرآن مین بہی صاف فرمایا ہے کہ نیکی اور بدی برابر نہین تو بدی کو نیکی سے روک پہر جو تیرا دشمن ہے وہ گرم جوش دوست ہوجایگا ۔ اس ہدایت کو وہی لوگ لیتے ہین جو صابر ہین ۔ اور بڑے نصیب والے ہین ۔

> ولا تستوی الحسنة ولا السیئة ادفع بالتی
> ہی احسن فاذا الذی بینک وبینه عداوة کانه
> ولی حمیم وما یلقها الا الذین صبروا وما
> یلقها الا ذو حظ عظیم ۔ (حم السجدة ع ۵)

مگر اسمین بہی اس اعتدال و انتظام عام کی رعایت ہے جو پہلے حکم مین بیان ہو چکی ہے ۔ کہ نہ ہر ایک دشمن کے آگے جھک جاوے ۔ نہ ہر ایک سے مقابلہ کرے ۔ نرمی بہی کرے ۔ اور سختی سے بہی ڈراتا رہے ۔ اسی تعلیم کے موافق ایک دانشمند نے کہا ہے ۔ ۵

درشتی و نرمی بہم در بہ است ✢ چو رگزن کہ جراح و مرہم نہ است ۱۲

اس مضمون کو دیکھکر عیسائی انصاف کرینگے تو پہر اخلاقی تعلیم مین انجیل کو قرآن پر ترجیح نہ دینگے ۔ بے انصافی و ہٹ دہرمی کرین تو اسکا علاج نہین ۔

تبصرہ

اس مقام مین جو ہمنے اخلاقی تعلیم مین انجیل کا نقص بیان کیا ہے یہہ بمقابلہ تعلیم قرآن نقص ہے ورنہ بجائے خود قطع نظر مقابلہ تعلیم قرآن سے وہ بہی کمال ہو سکتا ہے ۔ ممکن ہے کہ جس موقعہ پر اور جس زمانہ مین اور جن اشخاص کی نسبت وہ حکم ہوا تھا ۔ (اگر وہ ٹھیک حکم الہی اور تبدیل و تحریف سے محفوظ ہے) اسوقت زمانہ و اشخاص کے لیئے وہی حکم مناسب و باکمال ہو ۔ اسوقت کے لوگ سختی کے مقابلہ مین سختی کرنیسے منفعل نہوتے ہونگے ۔ بلکہ اسپر اور اوبہتے ہونگے یا اسوقت مسیح علیہ السلام کو سختی کرنیکا موقع نہ تھا ۔ اسلیئے سختی پر محض نرمی و معافی کو اختیار کیا ۔ لہذا اسوقت اسی حکم مین کمال تہا ۔ تعلیم قرآنی مین اسکے مقابلہ مین یہہ کمال ہے کہ وہ ہر وقت اور ہر موقع اور ہر شخص کی نسبت مناسب حکم کے متضمن ہے ۔ اسلیئے قرآن کے مقابلہ مین اس تعلیم انجیل پر نقص کا اطلاق ہو سکتا ہے ۔ اگرچہ وہ تعلیم انجیل بجائے خود کمال سے خالی نہین ہے ۔

یہہ بات اسلیئے جتائی گئی ہے - کہ کسی نبی یا کتاب آسمانی کی تعلیم کو (خدا کیطرف سے مانکر) مطلق ناقص و خالی از حکمت کہنا منافی ایمان و تسلیم ہے جو لوگ ایکدوسریکے مقابل و مناظر اس بات کو نہین جانتے وہ اپنے نبی یا کتاب کی ترجیح و تعریف کے وقت بلا تمیز و تفصیل صاف مخاطب کو کہدیتے ہین کہ تمہارے نبی یا کتاب مین یہہ عیب و نقصان ہے - اور ہمارے نبی یا کتاب مین یہہ خوبی و کمال اور وہ یہہ بھی نہین خیال کرتے کہ اپنے نبی یا کتاب کی ایسی تعریف جسمین دوسرے نبی یا کتاب کی اہانت پائی جاوے بالاتفاق حرام ہے -

القاب مذہبی

ہمارے زمانہ مین اور جو اسکے قریب گذرا ہے - جب بچے ہوش سنبھالتے ہین تو اُنکے دیندار والدین انکو یہہ سوال و جواب تلقین کرتے ہین -

سوال	جواب	سوال	جواب	سوال	جواب
تم بندے کسکے ہو -	اللہ تعالیٰ کے -	امت کسکی ہو -	محمد رسول اللہ صلعم کی	مذہب کس کے ہو -	امام اعظم صاحب کے

آخر اس تلقین کا اثر و نتیجہ یہہ پیدا ہوا کہ امام مذہب کا ماننا ایسا جزو ایمان سمجھا جاتا ہے جیسا خدا و رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو ماننا و بناءً علیہ عام خیالات مین حنفی یا شافعی (جہان شافعی رہتے ہون) کہلانا فرض سمجھا جاتا ہے - اور جو حنفی شافعی نہ کہلاوے وہ لامذہب بنتا ہے - انکے مقابلہ مین ایسے لوگ بھی ہین جو کسی مذہب مشہور کیطرف منسوب ہونا اور حنفی یا شافعی کہلانا ضروری نہین سمجھتے - صرف مسلمان یا محمدی کہلانا کافی خیال کرتے ہین - انمین بعض حنفی و شافعی کہلانے کو بدعت بعض شرک بھی کہتے ہین -

(نوٹ) اول (حنفی و شافعی کہلانے کو بدعت و شرک کہنے کے مقابلہ مین) محمدی المذہب کہلانے کو کفو سمجھتے ہین اور یہہ کہتے ہین کہ مذہب (چنانچہ حضرت شاہ عبد العزیز علیہ الرحمۃ نے تحفہ اثنا عشریہ مین لکھا ہے) اسطریق کا نام ہے جب کہ بعض اُمتی اپنے فہم و اجتہاد سے نکالین اور چند قواعد عقلیہ مقرر کرکے انکے موافق ادلہ شرعیہ سے مسائل نکالکر ایک باب مقرر

کر دین ہمین خطا و صواب دونون کا احتمال ہے۔ اسلیئے اسکو خدا و رسول کی طرف منسوب نہین کیا جاتا"۔

اس اختلاف القاب کا یہہ اثر پیدا ہو رہا ہے کہ اسلام کے دو حصص ہو گئے۔ اور مسلمانون کے دو گروہ باہم مخالف بن گئے جو ایک دوسرے کے دینی و قومی کامون مین (انکو اسلامی و قومی کام نہ سمجھکر) خلل انداز ہوتے ہین۔ وہ مدرسہ بنانا چاہتے ہین تو یہہ فراہمی چندہ مے مزاحم ہوتے ہین۔ اگر وہ مسجد بنانا چاہتے ہین تو یہہ بنانے نہین دیتے۔ بن جائے تو اُسپر مسجد ضرار ہونے کا فتوی لگاتے ہین۔ اور اپنی مسجدون مین انکو نماز نہین پڑہنے دیتے۔ یہہ اُنکے قومی و دینی کامون مین اُسی تفصیل سے رخنہ اندازی کرتے ہین۔

اس مضمون مین فریقین کی نصیحت مدنظر ہے۔ اور جانبین کی خدمت مین برادرانہ التماس ہے کہ فریقین اپنی اپنی حالت ضعف و تنزل پر رحم فرماوین۔ اور اس افراط سے باز آوین۔ اور اس مضمون کو غور سے پڑہکر یقین فرماوین۔ کہ حنفی یا محمدی کہلانا ایسے جرائم سے نہین جنپر یہہ احکام و آثار مخالفت مرتب کیئے جاوین۔

پہلے ہم اپنے +**عینی** بہائیون اہلحدیث کیخدمت مین (جو محمدی کہلاتے ہین) ملتمس ہین کہ سبھی اشخاص سلف سے خلف تک جو حنفی شافعی کہلاتے چلے آئے ہین۔ اس حنفی یا شافعی کہلانے کو جزو ایمان و داخل اسلام نہین سمجھتے بلکہ صرف ان ائمہ سے بعض مسائل مین موافقت رای رکھنیکے سبب انکی طرف منسوب ہین۔ اور صرف اس نسبت کی تمیز کے لیئے حنفی شافعی کہلاتے ہین۔ اس تلقب و انتساب مین وہ محمدی ہونیسے انکاری نہین۔ اور نہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دین یا سنت کی پیروی سے عاری ہین۔ بلکہ اتباع محمدی کو وہ شرط ایمان جانتے ہین۔ اور پیروی سنت کو حرز جان۔ جہان اپنے امامون کے اقوال کو ظاہر سنت سے مخالف پاتے ہین۔ اونکی موافقت اور پیروی سے ہاتھ اُٹھاتے ہین۔ اور وہین اس شخص کے موافق یا پیرو ہو جاتے ہین جسکے قول کو موافق سنت پاتے ہین۔ دیکھو سلف ائمہ سے امام طحاوی نے جو حنفی مشہور ہے کیا

+ عینی و علاتی بہائیون کی تشریح صحیفہ اشاعۃ السنہ نمبر ۱ جلد ۱ مین بخوبی ہو چکی ہے ناظرین اسکو ملاحظہ فرماوین۔

کہا ہے - کہ مین ہر بات مین امام ابو حنیفہ کا مقلد نہین ہون - اور اسکے موافق شرح معانی الآثار مین کیسا عمل کر دکھایا ہے کہ جہان امام ابو حنیفہ رح کا قول سنت کے مخالف پایا وہان - فما قال ابو حنیفة باطل صاف سنا دیا - قاضی ابو علی و قاضی حسین و قفال وغیرہ نے بہی کیا صاف صاف کہدیا ہے - کہ ہم امام شافعی کے مقلد نہین - بیہقی وغیرہ علماء نے کئی مسائل مین امام شافعی کا تخالف کیا ہے - انکے اقوال و مقالات کی تفصیل کتب متقدمین و متأخرین مین موجود ہے - جنکی کسیقدر نقل اشاعة السنة و ضمیمجات اشاعة السنة خصوصاً (نمبر ۲ جلد ۱۱ و ۱۳) بہی ہو چکی ہے - متأخرین حنفیہ شیخ ابن الہمام جسپر حنفی مذہب کی تقلید و تائید کا زیادہ گمان کیا جاتا ہے - بہتیری جگہہ فتح القدیر مین حنفی مذہب سے الگ ہو گیا ہے - دیکھو مسئلہ **آمین** بالجہر مین اُسنے حدیث اخفا، آمین کو چار دلائل سے ضعیف بتا کر حدیث جہر سے اس کی تطبیق و موافقت کی ایسی وجہ بیان کی ہے - جسمین اصل جہر کی تسلیم پائی جاتی ہے - چنانچہ کہا ہے - اگر اس باب مین میرے کچھہ اختیار ہو تو مین دونون حدیثون جہر و اخفا، کو یون باہم متفق کردون کہ آہستہ کہنے سے یہہ مراد ہے کہ بہت نہ چلاتے - اور جہر سے یہہ مراد ہے کہ سینے سے نکلنے والی گونج والی آواز سے کہتے -

اور مسئلہ **عورتونکی امامت** و جماعت مین روایت کراہت تحریمی کا خلاف کیا - اور صاف کہدیا ہے - کہ جو صاحب ہدایہ نے حدیث امامت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی منسوخ ہونے دعوی کیا ہے یہہ ثابت نہین - اور اگر حدیث ابو داؤد وغیرہ

> ولو كان اليّ في هذا شيء لوفقت بان رواية الخفض يراد بها عدم القرع العنيف ورواية الجهر بمعنى قولها في ذيل الصوت
>
> (فتح القدير)
>
> ولكن يبقى الكلام بعد هذا في تعيين الناسخ اذ لا بد في ادعاء النسخ منه و لم يتحقق في النسخ الا ما ذكره بعضهم من امكان كونه ما في ابي داؤد وصحيح ابن خزيمة صلوة المرأة في بيتها افضل من صلوتها في حجرتها وصلوتها في مخدعها افضل من صلوتها

في بيتها يعني الخزانة التي تكون في البيت وروى
ابن خزيمة عنه عليه الصلوة والسلام ان
احب الصلوة المرأة الى الله في اشد مكان في بيتها
ظلمة وفي حديث له ولابن حبان وان اقرب ما تكون
من وجه ربها وهي في قعر بيتها ومعلوم ان المخدع
لا يسع الجماعة وكذا قعر بيتها واشد ظلمة ولا يخفى
ما فيه وبتقدير التسليم فانما يفيد نسخ السنية
وهو لا يستلزم ثبوت كراهة التحريم في الفعل بل التنزيه
ومرجعها الى خلاف الاولى ولا علينا ان نذهب الى ذلك
فان المقصود اتباع الحق (فتح القدير مطبوعه لكهنو صـ ۱۴۶)

ہے۔ جس مین یہہ بیان ہے کہ عورت کی نماز اندہیری کوٹھری مین افضل ہے۔ اگر اسکا منسوخ ہونا مان بھی لیا جاوے تو اس سے صرف جماعت کی سنت ہونے کا نسخ معلوم ہو سکتا ہے۔ اسکا مکروہ تحریمی ہونا ثابت نہین ہوتا۔ نہایت یہہ کہ اولیٰ نہو۔ آخر کہا ہے۔ کہ ہمپر اس مذہب پر چلنا واجب نہین ہے۔ مطلب اتباع حق سے ہے خواہ کہین ہو۔

ہمارے زمانہ کے مشہور حنفی مولوی **عبد الحئی** صاحب لکھنوی نے جو اس باب مین فرمایا ہے وہ بہی نمبر ۲ اشاعة السنہ (نمبر ۱ جلد ۳) مین منقول ہو چکا ہے۔ اسمقام مین ایک اور قول انکا نقل کیا جاتا ہے آپ رسالہ **فوائد بہیہ فی تراجم الحنفیہ** مین فرماتے ہین۔ ائمہ اربعہ کے مقلد

واعلم ان مقلدة الائمة الاربعة اشتهروا
بالانتساب الى حضرات مقلديهم العلية كالحنفية
والشافعية والمالكية والحنبلية ليحصل التميز
بينهم ويتفرق احدهم عن ثانيهم وفي الحقيقة كل
طائفة منهم محمدية فان تقليدهم ائمتهم و
السلوك على مسلكهم سلوك على طريق النبي صلى الله
عليه وسلم واغتراف بذلك المنبع الاعظم

اماموں کی طرف منسوب ہونے سے اس لئے مشہور تھے۔ کہ ان مین اس نسبت مین تمیز ہو۔ اور ایکدوسرے سے علیحدہ ہو کر پہچانا جاوے اور حقیقت مین وہ سب محمدی ہین۔ کیونکہ اماموں کی تقلید کرنا اور انکی راہ پر چلنا بعینہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے طریق پر چلنا ہے اور اسی چشمہ سے چلو بھرنا۔

ایسے شخصوں کے حنفی یا شافعی کہلانے کو کون بدعت کہہ سکتا ہے۔ اور انکا شرک ہونا تو کچھ بھی معنے

نہین رکھتا۔

ہان بعضے ایسے ضدی متعصب حنفی وشافعی بہی ہین جو ہر شخص پر (عالم کیون نہو) امام ابوحنیفہ یا شافعی کی تقلید خدا کیطرف سے فرض سمجہتے ہین اور اسی اعتقاد اور معنے سے وہ حنفی وشافعی کہلاتے ہین۔ اور اس تقلید کی پابندی سے وہ صریح نصوص کتاب وسنت کو جو اُنکے ائمہ کے اقوال سے مخالف ہون قبول نہین کرتے اور اُنکے رد وجواب مین صاف کہدیتے ہین۔ مارا بحدیث چہ کار۔ قول امام بباید۔ ایسے متعصب حنفیون اور شافعیون کو تو خود محقق ومنصف حنفی بہی اچہا نہین سمجہتے۔ چنانچہ ضمیمہ اشاعۃ السنہ (نمبر ۱ جلد ۳) مین منقول ہوچکا ہے ولیکن ان معدودی چند نام کے علماء یا اکثر جہلاء کی نظر سے ہمکو یہہ نہین پہنچتا کہ ہم سب حنفیون اگلون اور پچہلون کو برا جانین۔ ور جہان کسی پر حنفی یا شافعی کا نام آیا اُسکو اُن ہی مین شمار کرین۔

اب دوسرے **علائی+ بہائیو حنفیون شافعیون** کی خدمت مین التماس ہے کہ وہ اہلحدیث کے حنفی یا شافعی نہ کہلانے صرف مسلمان یا محمدی کہلانے پر اکتفا کرنے سے بُرا نہ منا دین۔ اور یہہ خیال نفرما دین کہ انکی مسلمان یا محمدی کہلانے سے یہہ نیت ہے کہ انکے سوا اور لوگ (جو حنفی شافعی کہلاتے ہین) محمدی یا مسلمان نہین ہین۔ یا یہہ کہ وہ امام ابوحنیفہ وشافعی کو بزرگ نہین جانتے۔ اسلیئے اونکی طرف منسوب ہونے اور حنفی شافعی کہلانے کو بُرا سمجہتے ہین۔ حاشا وکلا **نکے مسلمان ومحمدی** کہلانے کی **وجہ صرف** یہی ہے کہ وہ اپنے آپ کو اُسی مشترک اسلام ومحمدیت پر پاتے ہین جو سب اہل مذاہب مین متحقق ہے۔ اور وہ کسی خاص امام یا مذہب سے کچہہ خصوصیت نہین رکہتے وہ امام ابوحنیفہ کے اصول واقوال موافق سنت کو ویسے ہی مانتے ہین جیسے امام شافعی کے اقوال موافق سنت کو۔ اسلیئے وہ کسی خاص مذہب یا امام کیطرف منسوب ہونیکی کوئی وجہ نہین دیکہتے اور اپنا لقب بجز عام ومشترک مسلمان یا محمدی کچہہ مقرر نہین کرسکتے **ہمارے**

+ علائی کہنے کی وجہ ضمیمہ اشاعۃ السنہ نمبر ۱ جلد ۱ مین بیان ہوچکی ہے۔

علاقی بھائی حنفی و شافعی **انصاف** کرین تو ضرور مان لین کہ اس اہلحدیث کے محمدی یا مسلمان کہلانے مین کوئی تفاخر بیجا و طعن ناروا اور کسی امر حق سے انکار اور ناحق پر اصرار پایا نہین جاتا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین سب کوئی مسلمان (جو محمدی کا ہم معنے ہے) کہلاتا بلکہ یہہ نام تو حضرت ابراہیم علیہ السلام زمانہ سے چلا آتا ہے چنانچہ خدا تعالی نے فرمایا ہے کہ تمہارا نام مسلمان حضرت ابراہیم ع نے پہلے سے رکھدیا ہے۔

> ھو سماکم المسلمین من قبل
>
> (الحج ۱۰۶)

ائمین کوئی ایک بھی ایسا نہ تھا جو کسی خاص امام یا پیشوا کیطرف منسوب ہوتا۔ اور بلحاظ مذہب صدیقی یا عمری یا عثمانی یا علوی کہلاتا ۔ دور کیون جاوین ائمہ مذہب کو کیون نہ دیکھین۔ ائمین کون تھا کہ وہ جن استادون اور پیشواؤن کے اصول پر چلتا بلحاظ مذہب اپنے آپ کو انکی طرف نسبت کرتا ہو۔ امام ابو حنیفہ نے (جو ابراہیم و علقمہ تابعیون و ابن مسعود صحابی کے زیادہ پیرو تھے) ابراہیمی یا علقمی یا مسعودی کہلایا ہے۔ امام شافعی جو امام مالک کے بڑے صحبتی و شاگرد تھے۔ مالکی کہلایا ہے وعلی ہذا القیاس۔ **اگر کہو** کہ وہ مجتہد تھے اسلئے وہ کسی دوسرے مجتہد کیطرف منسوب نہوے تو اُسپر **یہہ سوال** وارد ہوتا ہے کہ آخر مجتہد ایک وقت معین پر بعد حصول کمال ہوے۔ اُسوقت اور کمال سے پہلے تو صدیقی یا مسعودی یا ابراہیمی کہلایا ہوتا۔ اس تعامل سلف سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی مقتدا یا امام کی طرف منسوب ہونا اون زمانون مین داخل دین نہین سمجھا گیا۔ یہی امر اگر اہلِ حدیث زمانہ متاخرین پایا گیا اور انہون نے حنفی یا شافعی نہ کہلایا تو کیا گناہ ہوا۔

شاید اسپر **یہہ سوال** وارد ہو۔ کہ تقرر مذہب سے پہلے تو بیشک صرف مسلمان یا محمدی کہلانا معمول و مروج تھا۔ تقرر مذہب کے بعد کون ایسا ہوا ہے جسنے باہمی تخاطب مین محمدی کہلایا ہو۔ اسکا **جواب** یہہ ہے کہ اہلحدیث سبھی سوا چند متاخرین کے صرف محمدی کہلاتے اور حنفی و شافعی کے لقب سے نامزد نہ تھے۔ **ابن شاہین** محدث جو چوتھی صدی مین

(بقیہ مضمون القاب مذہبی۔)

گذر چکے ہین۔ اور تقریر مذاہب کے پیچھے ہوئے ہین۔ جب اونکے پاس کوئی مذہب کا ذکر کرتا تو صاف فرماتے وکان اذا ذکر له مذهب احد یقول انا محمدی المذهب مات فی ذالحجة سنة خمس وثمانين وثلاثة (ملخص تاریخ بغداد ذہبی) کہ مین محمدی مذہب ہون چنانچہ **ملخص طبقات ذہبی** مین بیان اُسکے منقول ہے

اب رہا۔ اس سوال کا جواب کہ مذہب تو اوس طریق اجتہادی و ظنی کا نام ہے جو اجتہاد سے نکالا جاتا ہے۔ اور وہ محتمل خطا و صواب ہوتا ہے۔ پس دین اسلام کو جو منصوص اور قطعی ہو کیونکر مذہب کہا جا سکتا ہی سو یہہ ہے۔ کہ یہہ معنے مذہب کے ایک خاص اصطلاح کے موافق ہین۔ اور کسی کی اصطلاح مین کچھہ جھگڑا نہین ہو سکتا چنانچہ لا مناقشة فی الاصطلاح مسئلہ مشہور ہے اس معنی اصطلاحی کی نظر سے دین اسلام کو کوئی مذہب نہ کہے تو اس سے بحث نہین ہے مگر مذہب کے معنے لغت اور عرف عام مین تو نہایت وسیع ہین۔ لغت و عرف عام مین ہر ایک روش اور طریق کو قطعی ہو خواہ ظنی ہو نصی ہو خواہ اجتہادی مذہب بولا جاتا ہے۔ چنانچہ **قاموس و صراح و غیاث وغیرہ** کتب لغات عربی و فارسی مین مذہب کو ایسے ہی عام معنے سے تفسیر کیا ہی **قاموس** مین لکہا ہے کہ مذہب اُس اعتقاد کا نام ہے جسکی طرف کوئی گیا ہو (یعنی قطعی ہو خواہ ظنی نصّی ہو خواہ اجتہادی) اور راہ اور اصل کو بھی کہتے ہین۔ اور ایسا ہی صراح مین ہی۔ اور غیاث اللغات مین لکہا ہے "مَذْہَب" بالفتح بر وزن مکتب جای رفتن و راہ و مجازاً دین و آئین۔ اس معنے اور محاورہ عام سے بڑے بڑے اساطین دین ائمہ مجتہدین نے حدیث کو باوجودیکہ وہ نص ہے۔ مذہب کہا ہے۔ چارون امامون سے منقول ہے کہ جب حدیث صحیح ہو ہمارا وہی مذہب ہے۔ چنانچہ امام شعرانی اور شیخ محی الدین ابن عربی نے انسے نقل کیا ہے۔ اور خصوصاً امام شافعی سے بیہقی و حاکم وغیرہ نے۔

المذهب المعتقد الذی یذهب الیه والطریقة والاصل (قاموس)

وقد تقدم قول الائمة کلهم اذا صح الحدیث فهو مذهبنا۔ میزان کبرای شعرانی
صفحہ ۲۷۔

جب لغت و عرف کی نظر سے **اکابر ائمہ** دین نے نصوص اسلام کو مذہب کہا ہے تو پھر اگر کوئی اس معنے کر دین اسلام کو مذہب کہے۔ اور محمدی المذہب کہلاوے تو اُسکو کافر

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

کیفیت سالانہ اشاعۃ السنۃ

(جسمین سال اول و دوم وسوم کی بعض کیفیات بہی درج ہین)

الحمد للہ والمنۃ کہ اس رسالہ کا سال پنجم بعافیت گذرا اور سال ششم شروع ہوا سال گذشتہ مین بہی اس رسالہ نے (باوجود عروض فترت درمیانی) کسیقدر آگے ہی قدم بڑہایا ہے۔ پیچہے کچہہ نہین ہٹا۔ آمدنی کو دیکہا جاوے تو سال گذشتہ کی نسبت فی صدی بیس روپیہ زائد اسکی آمدنی ہے اور خریدارون کی طرف خیال کیا جاوے تو اسکی بعض اجناس مین بہی ترقی ہے۔ آدنی اور اوسط درجہ کے خریدارون مین دو چار گہٹے ہین۔ تو اول اور دوم درجہ کی خریدار بڑہ گئے ہین۔

اور اگر اس رسالہ کے وسائل ترقی کیطرف نظر کرتے ہین تو یہہ کہہ سکتے ہین کہ جیسی اس رسالہ نے پانچ سالون مین ترقی کی ہے شاید کسی اور خبار یا رسالہ نے ترقی کی ہو۔ کیا معنے کہ **ترقی** رسائل و اخبارات کے **وسائل** کم سے کم **پانچ امور** ہین۔ جو بہیئت مجموعی ترقی کے وسائل ہو سکتے ہین **اول** نفس الامر مین عمدگی مضامین **دوم** خریدارون کی نظر مین انکا مفید و عام پسند ہونا۔ **سوم** مہتممون کا خارجی کوششون اور سعی سفارشون سے خریدار بہم پہونچانا۔

چہارم مشہور اخبارات مین انکی اشتہارات کا شائع ہونا **پنجم** ہر ایک نمبر پرچہ کا عین وقت مقرر پر نکلنا۔ اور اس رسالہ کی ترقی کیلیے آجتک بجز **امر اول** کے کسی وسیلہ سے کام نہین لیا گیا۔ نفس الامری عمدگی مضامین کا تو (جہانتک اسکے اڈیٹر کے خیال مین آیا) اہمین لحاظ رہا ہے **امر دوم** یعنی خریدارون کی پسند و ناپسندی کا بالکل لحاظ نہین کیا گیا۔ جب لوگون کا باہمی جہگڑون (مباحث متعلق اجتہاد و تقلید و رفع یدین و آمین بالجہر) کا شوق عین شباب مین تہا۔ تو ان مباحث

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کیونکر کہا جا سکتا ہے۔ اس ملک ہند مین سب سے پہلے کھلم کھلے طور پر مولوی **محمد اسمعیل** شہید علیہ الرحمۃ نے محمدی کہلایا ہے۔ اور حنفی شافعی کہلانے پر اسکو ترجیح دی ہے آپ کی تقریر ترجیح سے بہی ہمارے بیان کی تصدیق ہوتی اور یہہ بات نکلتی ہے کہ حنفی شافعی کہلانے کو وہ بہی بُرا نہ سمجھتے ان مذاہب کو وہ چشمہ شریعت کے حوض سمجھتے۔ اور ان مذاہب کے اماموں کو وہ نائبان شریعت خیال کرتے۔ پر انکی طرف منسوب ہونے اور حنفی و شافعی کہلانے کو ایسا ضروری نہ سمجھتے۔ جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے طرف منسوب ہونے اور محمدی کہلانے کو سمجھتے انکا کلام بلاغت نظام اہلحدیث کے نزدیک تو مسلم ہی ہے اہل تقلید بہی اگر سوء ظن سابقہ کو یکطرف کر کے غور و انصاف سے اسکو پڑہینگے بے چون و چرا اسکو مان لینگے۔ اسلئے اسکا نقل کرنا اس مقام مین فائدہ طرفین سے خالی نہین۔ آپ کتاب **ایضاح الحق** کے صفحہ ۴۵ مین فرماتے ہین۔ پس باید دانست کہ حضرت مالک علے الاطلاق و ملک بالاستحقاق جلت قدرتہ بنا بر نظم و نسق ملت حنیفہ دو کارخانہ عظیم قائم فرمودہ اول آنست کہ مدار شیوع ملت بر آنست و آن کارخانہ ایست کہ بشان ملکیت تعلق دارد یعنی تکلیف بندگان خود بسوی اطاعت خود بطریق جبر و الزام کہ چار و ناچار آنرا قبول باید کرد و طوعا و کرہا ربقۂ اطاعت در گردن خود باید انداخت و مرکز این کارخانہ منصب رسالت ست و فروع آن مناصب اولی الامر ست از خلفاء راشدین و ائمہ عادلین و قضات امصار مسلمین و نواب ایشان از مصدقین و محتسبین پس قرآن عالیشان یعنی قرآن و اوضح البیان و پروانجات علیہ و اشتہارات جلیلہ از احادیث قدسیہ اولا بسوی رسول مقبول خود وحی فرمود و قوانین و آئین بنا بر ایضاح مضامین فرامین کہ مسمے بسنت نبویہ است در دل ہدایت منزل او الہام نمود و ثانیاً بمساعی نائبین مذکورین در ہمہ اقطار و اکناف عالم شائع و ذائع گردانید و ہمہ بندگان خود را با طاعت او و نائبان او مکلف گردانید و کارخانہ ثانی بمثابہ متممات اول و مکملات اوست و آن کارخانہ ایست کہ بشان ربوبیت تعلق دارد یعنی مہیا کردن امور کہ بندگان را در باب امتثال احکام الہیہ و اتباع

سنت نبویه باین احتیاج پیش می آید مرکز این کارخانه منصب حکومت ست و فروع آن مناصب علما و اولیاست از قرّا و محدثین که احکام الٰهیه و احادیث نبویه بجمیع امت میرسانند و مجتهدین شریعت که احکام قیاسیه استنباط می نمایند و شیوخ طریقت که بنا بر نظر بمصالح وقت تدبیری برائے اجرائے سنت استخراج میفرمایند و آئمهٔ لغت و تفسیر و عربیّت که نکات محاورات و قوانین زبان دانی ایضاح می نمایند و واضعین کتب فقه و جامعین فتاوی و مصنفین رسائل سلوک و مؤلفین کتب عربیه که احکام مجتهدین و تخریجات مقلدین و کلمات مشائخ و اقوال علماء عربیه را مرتب کرده در دفاتر مبسوطه محرر می نمایند پس اول را کمال خلافت و امامت میگویند و ثانی را کمال علم و ولایت و هرچند منشأ این هر دو کمال توجه عنایت الٰهیه هست به تربیت بندگان خود و محیط اصلی آن هر دو قلوب انبیاست علیهم الصلوٰة والسلام امّا اول نوریست قوی الاشراق که از آفتاب سلطنت الٰهیه بر مرأتِ رسالت پرتو انداخته و از آن بطریق انعکاس تمام عالم را فرا گرفته و شب کفر و فساد را متلاشی گردانیده و روز اسلام و نظام دارین را جلوه گر نموده و ثانی آب زلالیست که از ابر ربوبیت باریده و از فواره حکمت انبیاء جوش زده و از آن بحیاض قلوب خواص مجتمع شده و بکام تشنگان آب طلب بحسب مدارج ایشان رسیده پس لابد مزیت اول را بر ثانی محفوظ باید داشت و اهتمامیکه باول باید کرد به ثانی نباید گماشت مثلاً هر فردی را از افراد انسان خواه عالم باشد خواه جاهل خواه عاقل باشد خواه سفیه خواه کاتب باشد خواه امی تفتیش مضامین ظاهر کتاب و سنت و تحقیق آن خواه بفکر خود خواه باستفسار آن از دیگرے لازم آمد و التزام اطاعت انبیا و اولی الامر بالتعیین از اول امر بر جمیع امت واجب شده و مجاهرت بانتساب خود بایشان ضرور افتاد و احتراز از تشبیه بکفار و اختلاط مبتدعین و مشارکت بغاة از ارکان دین شمرده شد و اشاعة ظاهر کتاب و سنت و تشهیر آن در جمع قری و بلدان از ارکان دین معدود شد و تعیین وعّاظ که در جمیع مجامع و مساجد بر سر منابر بآواز بلند بسوی آن دعوت نمایند و تعیین محتسبین که در هر کوچه و بازار بجبر و قهر بسوی آن کشند از افضل عبادات معدود کرده شد بخلاف

قسم ثانی که هر کس را تحقیق احکام قیاسیه و اشغال صوفیه و قوانین عربیه ضرور نیست و اراده و تقلید شخصی معین از مجتهدین و مشائخ در ارکان دین لازم نے بلکه همین قدر کافیست که وقتی که حاجتے پیش آید از کسی ازیشان استفسار کرده شود نه آنکه اراده و تقلید ہم مثل ایمان بالانبیا از ارکان شمرده شود و لقب حنفی و قادری همتا به لقب مسلمان و سنی اظهار کرده شود و امتیاز از شافعیان و چشتیان مثل امتیاز از کفار و روافض از لوازم تدین شمرده شود و انتقال را از مذهبی بمذهبی یا طریقه بطریقه مثل ارتداد و ابتداع و بغی موجب قتل و هتک معدود کرده شود یا دعوی اجتهاد و ولایت را مثل دعوی نبوت یا دعوی امامت بطریق بغی بر امام حق باعث قتال و اهانت قرار داده شود آیا نمی بینی که اطاعت قاضی جبر کردن میرسد نه بر طاعت مجتهد که رد حکم قاضی واحد قاضی دیگر را هم نمیرسد چه جای احاد رعایا را بخلاف حکم مجتهد که بر هر کسی قبول آن واجب نیست لاسیما وقتیکه آنکس خود مجتهد باشد که او را تقلید مجتهد اول اصلا جائز نیست و بغی بر امام حق اگرچه آن باغی لیاقت امامت داشته باشد اصلاً جائز نیست بخلاف دعوی اجتهاد که وقتیکه ملکه اجتهاد حاصل شود لابد دعوی اجتهاد باید کرد و تقلید را از گردن خود دور باید انداخت بالجمله غرض ازین کلام آنکه اشتغال به تفتیش ظاهر کتاب و سنت و تعلم و تعلیم آن خواه بخواندن باشد خواه باستماع مضامین آن و سعی در اشاعت آن از جنس اکل و شرب و لباس ست که مدار زندگانی بر آنست و اشتغال باحکام فقهیه معتبره و اشغال صوفیه نافعه از قبیل ادویه و معالجه ست که عند الضرورت بقدر حاجت بعمل آرند و بعد از آن بکار اصلی خود مشغول باشند و عنوان و شعار خود محمدیه خالصه و سنن قدیم باید داشت نه تمذهب بمذهب خاص و انسلاک در طریقه مخصوصه بلکه مذاهب و طرق را مثل دکاکین عطارین باید شمرد و خود را از منسلکان جند محمدی پس خیال کند سپاهیان را عنوان سپه گری شعار ست و اعلاء کلمه سلطانی کار و بار و وقتی که بر دوای محتاج میشوند از هر دوکانے که بدست آید میگیرند و بقدر حاجت بعمل مے آرند و باقی را برای وقت ضرورت نگاه میدارند

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وبکار وبار خود مشغول میباشند ہمچنین محمدیت خالصہ را شعار خود باید کرد و اقامت ظاہر سنت را کار و بار خود باید داشت و احکام فقہیہ صحیحہ را و اشغال صوفیہ معتبرہ را کہ خالی از شوب فساد و بدعت باشد بقدر حاجت استعمال باید کرد و زاید از حاجت بآن توغل نباید کرد

بالجملہ محمدی یا مسلمان تو اہل اسلام کا اصلی و قدیمی نام ہے۔ حنفی و شافعی کہلانا ہی حرام و مطلقاً بُرا کام نہین ہے۔ فریقین اس لفظی جھگڑون سے دست بردار ہو جاوین۔ جو چاہین (محمدی یا حنفی) سو کہلاوین۔ ایک دوسرے کو اپنا بہائی تصور فرماوین۔ اور اپنی ضعف حالت پر ترس کہاوین اور باہمی تفرقہ و تباغض سے باز آوین۔ اور سب آپسمین ملکر دینی اور قومی کامون کی رونق بڑہاوین۔

مین پہر کہتا ہون (گو میرے دوست بُرا مناوین اور میری اس غیرت آمیز عبرت خیز مثال کو اقوام غیر کی خوشامد خیال فرماوین) ہمارے مسلمان بہائی عیسائیون اور ہندؤن کی طرف دیکھکر ہی کچھہ شرماوین کہ وہ باوجودیکہ اصول مذہب مین باخودہا سخت مخالف ہین۔ عیسائیون کے بہت سے فرقے (رومن کیتہلک۔ پروٹسٹنٹ۔ یونی ٹیرین۔ وغیرہ) باہم ایسے مخالف ہین۔ کہ ایک دوسرے کو دین عیسائی سے خارج سمجھتے ہین۔ ایسے ہی ہندؤن کے مختلف فرقے۔ آریہ۔ برہمو۔ وغیرہ آپس مین ایسے مخالف ہین کہ ایک دوسرے کو نجات و ہدایت پر نہین سمجھتے **تسپر بھی** وہ اون کامون مین جو سب مین مشترک ہین ایکدوسرکے مددگار ہو جاتے ہین۔ اور ہر فرقہ کے مخصوص کامون مین ایکدوسرے کے خلل انداز نہین ہوتے۔ رومن کیتہلک کا چرچ یا سکول قائم ہونے لگے تو پروٹسٹنٹ اسمین کوئی رخنہ نہین ڈالتے۔ وہ اُنکے چرچ و سکول مین رخنہ اندازی نہین کرتے۔ جیسا کہ مسلمانون سے ایک فریق کوئی مسجد یا مدرسہ بنانا چاہے تو فریق مخالف جسقدر ہوسکے زور عدالت سے خانہ جنگی سے خلل اندازی کو مستعد ہو جاتا ہے **اسی وجہ سے**

وہ اقوام دن بدن اپنی دینی و دنیاوی کی ترقی کر رہے ہین - اور ہماری قوم دن بدن اپنے دنیا و دین مین پس پا ہوتی جاتی ہے

شاید کسی پر یہہ **اعتراض** ہو کہ اقوام غیر تو مداہنت و بیدینی کرتے ہین جو ایک دوسرے کے برے کام مین مزاحم نہین ہوتے - اہل اسلام دیندار و پرہیزگار ہین لہٰذا وہ بحکم دین ایک دوسرے سے للہ بغض رکھتے ہین - اور انکے برے کامون مین بعد مزاحمت کرتے ہین ہمین تباہ و برباد ہی کیون نہو جائین اور انکو ایسا ہی ہوتا اور رہنا چاہیے - **اسکا جواب** کچھہ تو اشاعۃ السنہ نمبر ۱ جلد ۱۴ کے ضمیمہ مین جو انجمن ہمدردی کا بانی مبانی ہے - دیا گیا ہے - اور مفصل جواب آئندہ ایک مستقل مضمون (بغض للہ) مین دیا جاویگا - اسمقام مین اسقدر کہنا کافی ہے کہ ان باہمی بغض مین مسلمان دیندار و حکم شریعت کے تابعدار تب ہو سکتے ہین - جبکہ ہمین مراتب درجات معروف و منکر کی رعایت کرین امر اہم کو پھر جو اسکے بعد اہم ہو ملحوظ رکھین - توحید و اسلام کو مستحبات سے مقدم سمجھکر مستحبات کی اقامت مین ایسے طور پر کوشش کرین جسمین توحید و اسلام ہاتھہ سے جاتا نرہے - کفر و شرک کو ادنی مکروہ سے برا سمجھکر مکروہ کی اماتت مین اسطرح سے سعی کرین کہ ہمین کفر و شرک کی ترویج کو مدد نہ ملے - مگر یہان یہہ امر نہین پایا جاتا - ایک سنی حنفی رفع یدین و آمین سے روکنے اور جس مسجد مین ان افعال کے لوگ نماز پڑہین اسکے بند کرنے مین ایسی کوشش کرتا ہے جسمین نماز چھوٹ جاوے - اور مسجد کی جگہہ چرچ بن جاوے ایک سنی اہلحدیث رفع یدین کے جاری کرنے کے لیے یہہ حکم لگاتا ہے - کہ رفع یدین نکرین تو نماز نہ پڑہین وہ نماز ہی کیا ہے جسمین رفع یدین نہو - ہمارے بہائی انصاف کرین کہ بغض للہ کی یہی صورت ہے - اور دینداری و پرہیزگاری امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے یہی معنے ہین جو یہہ کر رہے ہین - بہائیو خدا کے لیئے اب بہی ہوش سنبہالو اور اس افراط و تفریط سے اپنے آپ کو نکالو محمدی حنفی شافعی اہلحدیث اہل تقلید سبہی بحکم انما المؤمنون اخوۃ ایکدوسرے کے بہائی ہو جاؤ اور آپسمین بحکم واعتصموا بحبل اللہ جمیعا خدا کے دین کو پہیلاؤ اور اپنی عزت کو بڑہاؤ - وما علینا الا البلاغ -

پیری و مریدی

جیسے اس زمانہ کے دیندار و پرہیزگار مسلمانون مین تلقین امتحان اسلام کیوقت وہ تین سوال ہوتے ہین جنکا بیان مضمون سابق "القادیانیہ" مین ہوچکا ویسے ہی ایک سوال یہہ بہی ہوتا ہے - کہ تم کسکے مرید ہو ؟ - پھر اگر مسئول عنہ (جس سے سوال ہوا) نے جواب مین کسی پیر کا نام لیا تو وہ پکا اور سچا مسلمان سمجھا گیا - ورنہ اسپر نقصان اسلام کا الزام آیا عام لوگون کا یہہ خیال ہے کہ جسکا کوئی پیر نہین اسکا پیر شیطان ہے - اور اسلیئے اکثر لوگون کے اعتقاد مین پیر و مرشد پکڑنا ایسا جزو ایمان سمجھا جاتا ہے جیسے خدا و رسول پر ایمان لانا - جہلا کا ذکر نہین اکثر علما، دیندار پرہیزگار جب علم کی تحصیل و تکمیل سے فارغ ہوتے ہین تب مرشد کی تلاش مین پڑتے ہین جب تک کسی کو مرشد نہ بنالین اپنے ایمان کو کامل و مصئون و مامون نہین سمجھتے - اور نہ عام لوگ انکی اسقدر عزت و اعتبار کرتے ہین جسقدر اون علما، کی عزت و اعتبار کرتے ہین جو مرشد والے اور صاحب ارشاد ہوتے ہین -

انکے مقابلہ مین ایسے لوگ بہی ہین جو بیعت کرنے کو شرک و بدعت کی جڑ سمجھتے ہین - اور اگلے پچہلے مشائخ عظام و اولیاء کرام کو دوکاندار و خطاکار جانتے ہین - اور جو اذکار و وظائف وہ اپنے مریدون کو بتلاتے ہین انکو بدعت و ضلالت سمجھتے ہین -

ان دو جماعتون کے تفرقہ و باہمی فساد اور اسکے نتائج بہی اس تفرقہ و فساد اور اُسکے نتائج سے کم نہین جو پہلے دو فرقون مین (جن کا ذکر مضمون سابق مین گذرا) پائے جاتے ہین -

طرفہ تر یہہ کہ ہماری دیار پنجاب مین یہہ تفرقہ و فساد خاص ایک اُس جماعت مین (جو بڑے دیندار و پرہیزگار و موحد و متبع سنت کہلاتے ہین) موجود ہے -

انہین فریق مثبت گو عوام کیطرح پیری و مریدی کو فرض واجب نہین جانتا - ورنہ اسمین وہ

بھی قیود لگاتا ہے جو عوام لگاتے ہین۔ مگر وہ اسکی ترویج والتزام مین ایسا سرگرم ہے اور اسمین بعض رسوم پیری و مریدی کے ایسا پابند ہے جو اعتراض کا محل ہے۔

ہمکو چونکہ اہل اسلام کا باہم التیام مد نظر ہے۔ اسلیئے ہم اس مضمون مین اس اختلاف کی نسبت ایک منصفانہ رای اور بیچ کی راہ بیان کرتے ہین۔ شاید فریقین اس سے نفع اوٹھاوین اور اسکو دیکھکر افراط و تفریط سے بازآوین۔ اور اس باہمی تفرقہ کو چھوڑکر اتحاد و اتفاق اختیار کرین۔

پس پہلے **عام** مسلمانون کے دو مختلف جماعتون کے اختلاف کی نسبت کچھہ عرض کرتے ہین پھر **خاص** جماعت موحدین و متبعین کی خدمت مین کچھہ گذارش کرینگے۔

عام لوگون سے فریق مثبت کی خدمت مین التماس ہے کہ بیشک بیعت توبہ سنت اور شرف و تاثیر صحبت ثابت ہے۔ چنانچہ بمقابلہ فریق ثانی اسکا کافی ثبوت دیا جاویگا مگر رسمی پیری و مریدی اور اس امر مسنون مین بہت فرق ہے۔

مسنون تو صرف یہی امر ہے (چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل سے جو آیندہ مذکور ہونگے معلوم ہوتا ہے) کہ کسی متقی و صالح کے ہاتھ پر کوئی گناہون سے توبہ کرے۔ اور اسکے روبرو اسپر قائم رہنے کا عہد و اقرار کرے۔ اسمین وہ قیدین نہین ہین جو رسمی پیری مریدی مین لوگ لگاتے ہین۔ اور نہ اس سے وہ لوازم و نتائج پیدا ہوتے ہین جو لوگ رسمی پیری مریدی سے نکالتے ہین۔

(۱) مثلاً جو لوگون سے بیعت لے وہ خود کسی کا مرید ہو چکا ہو۔ اور اسکو مرید بنانے کی اجازت ہو۔

(۲) جو بیعت لے وہ پیر و مرشد کہلاوے۔ اور جو بیعت کرے وہ مرید اس مرشد کے سوائے اور علما و پیشوا خواہ اسکو کتنی ہی ہدایت و تعلیم ارشاد مسائل حقہ کر چکے ہون اسکے مرشد نہ کہلاوین۔ اور نہ اسکو انکا مرید کہا جاوے۔ اور نہ اور لوگ جنکو اس پیر نے بدون بیعت

لینے کے حق کی راہ بتائی ہے اسکی مرید کہلاوین ۔

(۳) جب تک کسی کی بیعت نہو تب تک اُسکی صحبت سے فائدہ نہین ہوتا ۔

(۴) بیعت کے سوائے توبہ کا اثر نہین ہوتا اور نہ دل صاف ہوتا ہے ۔

(۵) باپ مرشد ہو تو بیٹا بھی مرشد ہو جاتا اور یہہ حق مرشدی و پیری نسلاً بعد نسل جاگیر یا پینشن کی طرح جاری رہتا ہے ۔

(۶) پیر ایک ہی شخص کو بنانا چاہیئے ۔ اسی خیال سے کہا ہے جیسنے کہا ہے ۔ ؎

دوئی بمذہب عشاق معنوی کفرست ٭ خدا یکے و محمدؐ یکے و پیر یکے ٭

(۷) پیر پر اعتقاد کر لینا کافی ہے اُسکے قول و عمل کو دیکھنا ضروری نہین ہے اسی خیال سے کسی نے کہا ہے ۔ پیر من خس ست ۔ اعتقاد من بس ست ۔ اسی اعتقاد سے اکثر لوگ خاندانی و موروثی پیرون کے مرید بنتے ہین گو انکے افعال کیسے ہی بد ہون ۔ شراب پیین ۔ ناچ رنگ دیکھین ۔ صوم و صلوٰۃ کا نام نہ لین ۔ چنانچہ اسوقت ہمارے ملک پنجاب مین ایسے کئی خاندان ہین ۔ جنکے سجادہ نشین راتدن شراب مین مخمور رہتے ہین ۔ نماز روزہ کے پاس نہین پھٹکتے ۔ پھر ہزار ہا لوگ (جنمین پڑھے لکھے بھی شامل ہین) انکے مرید ہوتے ہین ۔ اور وہ یہہ سمجھتے ہین کہ یہہ لوگ اولیاء اللہ ہین انکو ظاہری شریعت کی پابندی معاف ہے اور انسے عبادت کی تکلیف اُٹھا لی گئی ۔

(۸) پیر جنسی مرید عورتون کا محرم ہو جاتا ہے ۔ اس سے انکو پردہ و حجاب ضروری نہین رہتا ۔ اس خیال سے بڑے بڑے نامی خاندانون کے سجادہ نشین عورتون سے ہاتھ مین ہاتھ لیکر بیعت لیتے ہین پھر مرید ہو جانے کے بعد وہ خلوتون مین انکی پیش خدمت رہتی ہین انکے ہاتھ پاؤن چومتی ہین ۔ مٹھی چاپی کرتی ہین ۔ بعض بعض نامی خاندانون مین ایسا بھی ہوتا ہے ۔ کہ اس خلوت مین انکو اور بھی فیض باطنی پہنچ جاتا ہے ۔ جسکا نتیجہ اسپر بلا ظاہر ہوتا ہے ۔ اور لوگون کے مشاہدہ مین آتا ہے ۔ کیا کرین تہذیب مانع ہے ورنہ ایک ایک کا

نام لیکر بتاتا - اور انکے اس فیض باطنی کو صاف ظاہر کر سناتا - وعلی ھذا القیاس بیسون قیود و نتایج ہین جو بعض خواص علما مین اور اکثر عوام جُہلا مین اس پیری مریدی کے ساتھ پائے جاتے ہین -

فریق مثبت خود ہی انصاف کرے کہ یہہ سب باتین اُس بیعت مین جسکا ذکر قرآن مین آیا ہے یا اسپر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا عمل رہا ہے پائے جاتے ہین ؟ - یا اور کہین کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ص مین ان باتون کے وجود و ثبوت پر کوئی شہادت ہے - ؟

جہانتک کتاب و سنت و عمل در آمد زمانۂ حضرت رسالت کو تفحص کیا جاتا ہے - ان باتون کا کہین پتہ نہین لگتا - بلکہ بعض باتون کا تو کتاب و سنت مین صریح خلاف پایا جاتا ہے یہہ مضمون ان سب باتون کی تفصیل کا محل نہین ہے - اسلیئے بطور **تمثیل** بعض باتون کا خلاف شریعت ہونا بیان کیا جاتا ہے -

(منجملہ) ان مین جو کہا گیا ہے کہ پیر مرید عورت کا محرم ہو جاتا ہے - اور بناءً علیہ پیر بوقت بیعت مریدنی کے ہاتھ سے ہاتھ ملاتے ہین اور اونکو خلوت مین لیجاکر اونسے خدمت کراتے اور اُنکو سبق پڑھاتے ہین - بہت احادیث و آیات کے صریح مخالف ہے -

(۱) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جو سبھی مسلمان مرد و عورتون کے حقیقی مرشد اور واقعی پیر ہین جب کسی عورت سے بیعت لیتے تو ہاتھ سے ہاتھ نہ ملاتے - اور نہ کبھی اُنسے خلوت کرتے - چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہجرت کرنیوالی عورتون کا اس ارشاد خداوندی سے - کہ اے نبی ص جب تیرے پاس عورتین اِن باتون پر بیعت کرنے کو آوین کہ شرک نکرینگی اور زنا اور قتل اولاد نکرینگی اور کسی پر تہمت نرکھین گی - اور اچھی بات مین تیرے حکم کا خلاف نکرینگے تو اون سے

عن عائشۃ زوج النبی صلے اللہ علیہ وسلم ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان یمتحن من ھاجر الیہ من المؤمنات بھذہ الآیۃ بقول اللہ تعالی یاایھا النبی اذا جاءک المؤمنات یبایعنک الی قولہ

غفور رحیم قال عروة قالت عائشة رضؓ فمن اقر بهذا الشرط من المؤمنات قال لها رسول الله صلى الله عليه وسلم قد بايعتك كلاما و الله ما مست يده يد امرأة قط في المبايعة ما يبايعهن الا بقوله قد بايعتك على ذلك رواه البخاري صـ۷۲۶ -

بیعت لی لی) امتحان کرلیتے پس جو عورت اس شرط کی مقر ہوتی اسی (صرف زبانی) فرما دیتے که ہمنے تیری بیعت لی - خدا کی قسم ہے (بی بی عائشہ رضؓ کہتے ہین) کسی عورت کے ہاتھہ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہاتھہ نہین لگایا اور بجز اسکے اس زبانی بات کے که مینے تجہه سے بیعت لی کبھی بیعت نہین کی -

(۲) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اعتکاف مین تھے آپ کے حرم محترم حضرت صفیہ آپ کی زیارت کو

عن علي بن حسين ان صفية زوج النبي صلعم اخبرته انها جاءت الى رسول الله صلى الله عليه وسلم تزوره في اعتكافه في المسجد في العشر الاواخر من رمضان فتحدثت عنده ساعة ثم قامت تنقلب فقام النبي صلى الله عليه وسلم معها يقلبها حتى اذا بلغت باب المسجد عند باب ام سلمة مر رجلان من الانصار فسلما على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال لهما النبي صلى الله عليه وسلم على رسلكما انما هي صفية بنت حيي فقالا سبحان الله يا رسول الله وكبر عليهما فقال النبي صلعم ان الشيطان يبلغ من الانسان مبلغ الدم واني خشيت ان يقذف في قلوبكما شيئا بخاري صـ۲۷۲ -

آئین - جب آپ انکی رخصت کے وقت مسجد کے دروازہ تک تشریف لیگئے تو دروازے پاس دو آدمی انصار سے ملے - آپنے اونکو یہہ فرما دیا که یہہ صفیہ ہے - انہون نے عرض کیا یا رسول اللہ سبحان اللہ (یعنی کیا ہم آپکے پاس اجنبی عورت کے آنے کا گمان کر سکتے ہین؟) - آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیطان انسان کے اندر خون کی جگہہ پہنچ جاتا ہے - مین ڈرا که شیطان تمہارے دل مین کچھہ خیال نہ ڈال دے -

(۳) اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضی رضؓ کو (جو بہت سے مومن عورتون کے اصلی معنے

کو چھوڑکر مباحث نیچریہ کو شروع کردیا۔ اور جب لوگون کا شوق مطالعہ اسطرف متوجہ ہوا۔ تو نیچریون کے خطاب کو بہی اُسنے ترک کردیا۔ اور بلا خصوصیت وخطاب عامہ جس مسئلہ کو نفس الامر مین بحق اسلام واہل اسلام مفید وضروری سمجہا۔ اس سے تعرض کیا۔ لوگون کے شوق وتوجہ ولپسند کا کچہہ لحاظ نکیا۔ **امر سوم** تو اسکے پاس بہی نہین پہٹکا لوگون کو خارجی کوششون سے شوق دلانا اور سعی وسفارشون سے خریدار بہم پہنچانا تو یکطرف رہا لوگون کی خواہش وشوق خریداری کے علم پر بہی انکو بلا درخواست کبہی پرچہ نہین بہیجا گیا۔ **امر چہارم** کا یہہ حال ہے کہ آجتک کسی اخبار یا رسالہ مین اسکا دو سطری اشتہار بہی درج نہین کرایا گیا۔ اور نہ بجز ایک اخبار نصرت الاخبار دہلی۔ اور مشیر قیصر لکھنو کی (جنہون نے ایکدفعہ اسکی تعریف کی ہے) کسی اخبار نے خودبخود اسکی ترغیب وتوصیف مین کچہہ لکھا ہے۔ **امر پنجم** کا حال ناظرین وخریداران کو خود معلوم ہے۔ کہ مدت سے شاید اسکا کوئی پرچہ وقت مقررہ پر نہ نکلا ہوگا۔ **اس حالت** قلت بلکہ فقدان وسائل پر بہی اسکا سال بسال کسیقدر ترقی کرنا اس امر کے یقین کرنیکے لیئے کافی دلیل ہے کہ یہہ رسالہ حجر ربوبیت الٰہی مین پرورش پاتا ہے۔ اور اس نونہال نخلستان دین اسلام کا آبیاری غیبی سے نشو ونما ہوتا ہے۔ اگر اسکو ظاہری اسباب ووسائل نشو ونما کی بہی مدد پہنچے تو اسکی ترقی ایک ضرب المثل ہوجاوے جسکو لوگ غبطہ کی نگاہ سے دیکہین۔ یہہ تربیت وہبی اور تائید غیبی کچہہ ہماری کرامت نہین ہے (چراکہ من آنم کہ خود دانم) بلکہ یہہ دین اسلام اور اسکے **مسائل** کرام واصول عظام کی (جو اس رسالہ مین بیان ہوتے ہین) **برکت** ہے کوئی ملکی اخبار یا دنیاوی وسائل کا رسالہ ایسی حالت فقدان وسائل کو پہنچ جاتا ہے (یعنی عین وقت پر نہین نکلتا یا اسکی اشاعت کرنیوالا کوئی دوسرا نہین ہوتا) تو فوراً بند ہوجاتا ہے۔ اسکا اڈیٹر خواہ کیسا ہی لائق وفائق کیون نہو۔ **بااینہمہ** اب ہمارا یہہ **ارادہ** ہے کہ آئندہ اسکی خارجی اسباب ووسائل ترقی کی طرف بہی توجہ کیجاویگی۔ اور ہمین خدا تعالی سے امید ہے کہ اسکی ترقی دوبالا ہوگی۔ اسوقت تک ان وسائل کیطرف توجہ نکرنیکا سبب صرف یہہ ہوا ہے کہ مدت سے اسکا

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

کر مرشد و رہبر تھے) ارشاد فرمایا کہ ای علی اگر تیری ایک نظر کسی اجنبی عورت پر پڑ جاوے تو دوسری نگاہ اسپر نکر لو۔ اور حضرت جریر بن عبد اللہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اجنبی عورت پر ناگہان نظر پڑ جانے کا حکم پوچھا تو آپ نے نظر کو پھیر لینے کا حکم دیا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا علی لا تتبع النظرۃ النظرۃ
(رواہ احمد)
وعن جریر بن عبد اللہ قال سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم عن نظر الفجاءۃ فامرنی ان اصرف بصری۔
(رواہ مسلم)

(۴) اور اللہ تعالے نے تمام مرد اور عورتون کو جنمین پیر و مرید بھی داخل ہین ان عام الفاظ سے نگاہون کے بچانے اور زینت کے چھپانے کا ارشاد کیا ہے۔ ای نبی مومنون کو کہدے کہ اپنی آنکھون کو (اجنبی عورتون پر نظر کرنے سے) بند رکھین اور اپنے شرم گاہون کو بچا کر رکھین۔ یہہ بہت پاکیزہ امر ہے اور اللہ تعالی جانتا ہے جو یہہ کرتے ہین۔

قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا
فروجھم ذلک ازکی لھم ان اللہ خبیر
بما یصنعون ۝۔

اور فرمایا مومن عورتون کو (بھی) کہدے۔ اپنی آنکھون کو (اجنبی مردون پر نظر کرنے سے) بند رکھین اور اپنے شرمگاہون کو بچا کر رکھین۔ اور اپنی زینت (عمدہ اور اندرونی لباس زیور و سنگار) کو ظاہر نکرین۔ بجز اسکے جو ظاہری لباس ہے (اور وہ زینت و خوبصورت نہین ہے) اور اپنے گریبانون پر اوڑھنیان ڈال لین۔ اور اپنی زینت بجز اپنے خاوندون یا باپون یا خاوندون کے باپون کے یا اپنے بیٹون یا خاوندون کے بیٹون کے یا اپنے بھائیون یا بھتیجون یا اپنی دین عورتون کے یا اپنے غلامون کے یا ان اتباع کے جنکو عورتون کی خواہش نہین ہوتی۔ یا ان (ہوشیار) لڑکون کے جنکو عورتون

وقل للمؤمنات یغضضن من ابصارھن
ویحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن الا ما
ظہر منھا ولا یضربن بخمرھن علی جیوبھن ولا
یبدین زینتھن الا لبعولتھن او آبائھن او آباء
بعولتھن او ابنائھن او ابناء بعولتھن او اخوانھن
او بنی اخوانھن او بنی اخواتھن او نسائھن او ما ملکت
ایمانھن والتابعین غیر اولی الاربۃ من الرجال
والطفل الذین لم یظھروا علی عورات النساء
ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من
زینتھن وتوبوا الی اللہ جمیعاً آیۃ المومنون

لعلکم تفلحون (سورہ نور ع ۴)

چھپی باتون پر ہنوز اطلاع نہین کسی پر ظاہر نہ کرین اور اپنا پاؤن زمین پر مار کر نہ چلین تاکہ انکی چھپی زینت (خلخال وغیرہ) ظاہر ہو (مومنون اگر تمنے یہہ کام کیئے ہین تو اب) سب کے سب توبہ کرو تاکہ تم چھٹکارا پاؤ ۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اجنبی عورت کی طرف نظر کرنا آنکھون کا زنا ہے ۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العینان زناہما النظر والاذنان زناہما الاستماع واللسان زناہ الکلام والید زناہا البطش والرجل زناہا الخطا والقلب یہوی ویتمنی ویصدق ذلک الفرج ویکذبہ ۔ (رواہ مسلم)

اجنبی کی بات باتین سننا کانون کا زنا ہے ۔ اس سے بات کرنا زبان کا زنا ہے ۔ ہاتھ لگانا ہاتھ کا زنا ۔ اسکی طرف چلکر جانا پاؤن کا زنا اور دل مین خواہش اور شہوت ہوتی ہے آخر کو شرمگاہ ان سب زناؤن کو سچا کر دیتا ہے اگر شرمگاہ سے زنا واقع ہوگیا یا انکو جھوٹا کرتا ہے اگر اس سے بچ کر سب سے تائب ہوا ۔

ایسا ہی جو نمبر ۲ مین کہا گیا ہے سراسر مخالف شریعت ہے ۔ جو خود گمراہ ہے وہ دوسرے کا رہنما کیونکر ہو سکتا ہے ۔ ؎ او خویشتن گم ست کرا رہبری کند + **اللہ تعالی** فرماتا ہے

افمن یہدی الی الحق احق ان یتبع امن لا یہدی الا ان یہدی فما لکم کیف تحکمون (یونس ع ۹)

اتأمرون الناس بالبر وتنسون انفسکم (بقرہ ع)

تو کہدے کہ جو حق کی طرف رہنمائی کرے وہ لائق اتباع ہے ۔ یا خود راہ نہ پاوے جبتک اسکو کوئی راہ نہ بتادے — اور یہہ بھی فرمایا کہ کیا تم لوگون کو اچھی باتون کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھلاتے ہو ۔

اور حدیث شریف مین ایسے شخص کے حق مین جو اورون کو اچھی بات کہے اور خود اس سے نہ بچے سخت وعید + وارد ہے ۔ اور یہہ کہنا کہ اولیاء اللہ کو پابندی شریعت اور تکلیف عبادت معاف ہے سخت کفر و الحاد ہے ۔ **ملا علی قاری شرح فقہ اکبر** مین

+ دیکھو مشکوۃ صـ ۲۱۳ ۔

فرماتے ہین کہ بندہ جبتک عقل و ہوش مین رہتا ہے وہ ایسے مقام مین کبھی نہین پہنچتا جسمین اس سے امر و نہی اوٹھ جاوے - کیونکہ خدا تعالی نے قرآن مین فرمادیا کہ خدا کو یہانتک پوجتے رہو کہ تمکو موت آجاوے - اس آیت مین لفظ یقین سے باتفاق مفسرین موت مراد ہے - بعض قائلین اباحت یہہ کہتے ہین کہ جب بندہ کمال محبت کو پہنچتا ہے - اور اسکا دل غفلت سے پاک ہوجاتا ہے اور وہ کفر سے ایمان کو مقدم کرلیتا ہے تو اس سے امر و نہی ساقط ہوجاتا ہے پھر اوسکو خدا کبیرہ گناہون کے سبب عذاب مین داخل نہین کرتا - بعض یون کہتے ہین کہ اس سے ظاہری عبادتین ساقط ہوجاتی ہین - اور اوسکی عبادت فکر اور اخلاق کو درست کرنا ہوجاتی ہے -

ان العبد مادام عاقلاً بالغاً لا یصل الی مقام یسقط عنه الامر والنهی لقوله تعالی واعبد ربك حتی یأتیك الیقین فقد اجمع المفسرون علی ان المراد به الموت وذهب بعض اهل الاباحة الی ان العبد اذا بلغ غایة المحبة وصفا قلبه عن الغفلة واختار الایمان علی الکفر سقط عنه الامر والنهی ولا یدخله الله النار بارتکاب الکبائر وذهب بعضهم الی انه یسقط عنه العبادات الظاهرة ویکون عبادته التفکر وتحسین الاخلاق الباطنة وهذا کفر وزندقة وضلالة وجهالة (شرح فقه اکبر)

یہہ باتین کفر وجہہ مرتد ہونا اور گمراہی و جہالت ہے -

ایسا ہی بہت سے علما خصوصاً اجلہ صوفیہ نے فرمایا ہے **امام حجۃ الاسلام غزالی** رح نے ایسے شخص کو جو اولیا کو عبادت و تکالیف شرعیہ سے بری سمجھتا ہے تمام کافرون سے بدتر کہا ہے -

حضرت **شیخ عبد القادر جیلانی** رح نے فرمایا ہے کسی مومن کو کسی حال مین خدا کے حکم بجا لانے اور اوس کی نہی سے بچنے اور اوس کی تقدیر پر راضی رہنے سے چارہ نہین اور فرمایا کہ خدا کی طرف

المقالة الاولی لا بد لکل مؤمن فی سائر احواله عن ثلثة اشیاء امر یمتثله ونهی یجتنبه وقدر یرضی به الی ان قال فمعنی الوصول الی الله خروجك

عن الخلق والهوى والارادة والتمنی و الثبوت مع فعله وارادته من غیر ان یکون منك حرکة فیك ولا فی خلقه بك بل بحکمه وفعله (فتوح الغیب مقاله ۱۷)

قال ابو القاسم الجنید علمنا هذا مقید بالکتاب والسنة فمن لم یقرأ القرآن ولم یکتب الحدیث لا یصلح له ان یتکلم فی علمنا ولا یقتدی به (الفرقان بین اولیاء الرحمن واولیاء الشیطن)

واصل ہوجانیکے یہہ معنے ہین۔ کہ تو مخلوق اور خواہش نفس اور ارادہ سے باہر ہوجاے خدا کے امر و نہی کی متابعت مین رہے۔ اُس مین تو اپنی کچھہ حرکت نکرے۔

حضرت **جنید بغدادی** نے فرمایا ہے کہ ہمارا علم سلوک کتاب اللہ سے مقید ہی جو کتاب اللہ و سنت نہ جانتا ہو اوسکو لائق نہین ہے کہ اس علم مین کچھہ بولے یا ہمارا اسمین اقتدا کرے۔

الا ان اولیاء الله لا خوف علیهم ولا هم یحزنون الذین آمنوا وکانوا یتقون ۵ [illegible]

خداوند تعالی نے اپنے اولیا کی صفت مین خود فرمایا کہ خدا کے ولی وہ ہین جو خدا پر ایمان لائے ہین۔ اور متقی ہین یعنی اُسکے گناہون سے بچتے ہین۔

ولا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبه فاذا احببته کنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به ویده التی یبطش بها ورجله التی یمشی بها فبی یسمع وبی یبصر وبی یبطش وبی یمشی - (صحیح البخاری)

حدیث قدسی مین آیا ہے کہ خدا تعالی نے فرمایا ہے کہ میرا بندہ میری طرف نوافل سے قرب حاصل کرتا ہے یہانتک کہ مین اسکو دوست رکھتا ہون جب مین اُسکو دوست رکھتا ہون اسکا کان جس سے سنتا ہے نگاہ جس سے دیکھتا ہے ہاتھہ جس سے وہ پکڑتا ہے پاؤن جس سے وہ چلتا ہے۔ مین ہوجاتا ہون وہ میرے ساتھہ چلتا ہے میرے ساتھہ دیکھتا ہے میرے ساتھہ پکڑتا ہی۔ میرے ساتھہ سُنتا ہی یعنی اسکے کان آنکہہ ہاتھہ پاؤن سب میرے حکم و رضا کی تابع ہوجاتے ہین۔

ان نصوص کے لحاظ سے علماء اسلام نے کہا ہے کہ ولی وہ شخص ہے جو طاعت

الولی من واظب علی الطاعات ولم یرتکب شیئا من المحرمات

(شرح فقہ اکبر)

وتجد کثیرا من هؤلاء عمدتهم فی اعتقادهم کونه ولی الله انه قد صدر عنه مکاشفة فی بعض الامور او بعض الخوارق للعادة مثل ان یشیر الی شخص فیموت او ان یطیر فی الهوی الی مکة او الی غیرها او ان یمشی علی الماء احیانا او یملأ ابریقا من الهوی او یاکل بعض الاوقات من الغیب او ان یختفی بعض الاحیان من اعین الناس او ان بعض الناس استغاث به وهو غائب او میت فرآه قد جاء فقضی حاجته او یخبر الناس بما سرق لهم او بحال غائب لهم او مریض او نحو ذلک من الامور ولیس فی شیء من هذه الامور ما یدل علی ان صاحبها ولی الله بل قد اتفق اولیاء الله علی ان الرجل لو طار فی الهوی او مشی علی الماء لم یعتبر به ما لم ینظر متابعته لرسول الله صلی الله علیه وسلم وموافقته لامره ونهیه وکرامات الاولیاء اعظم من هذه الامور وهذه الامور وان کان قد یکون صاحبها ولیا لله فقد یکون عدوا لله فان هذه الخوارق تکون لکثیر من الکفار والمشرکین۔ (الفرقان)

پر جما رہے- اور کچھ گناہ نکرے-

اور کہا ہے کہ جو شخص ہوا مین اڑے اور پانی پر سوکھے پاؤن چلا جاوے اور ایسے ہی اور خوارق ظاہر کرے پر وہ امر و نہی کا پابند نہو تو وہ خدا کا ولی نہین ہے- اور اس کے یہہ افعال کرامات نہین- ایسے افعال خدا کے منکرون اور کافرون سے بہی سرزد ہو جاتے ہین جو استدراج کہلاتے ہین-

بقیہ نمبر۱ (۱ سے ۶ تک) مین جو لکھا گیا- اسمین ہم اِسمقام مین اس سے زیادہ نہین کہنا چاہتے کہ حدیث بیعت یا اور کسی حدیث و آیت مین اِن قیود و لوازم کے وجود پر کوئی دلیل نہین ہے- اسوقت دونو فریقین مثبتین و نافین کی مصنفات ہمارے پیش چشم ہین- ہم مثبتین کی تصانیف مین ان باتون کا کوئی ثبوت نہین پاتے کہ ایک سے زیادہ پیر کی بیعت نہ کیجاوے- باپ پیر ہو تو بیٹے کو اسکی جگہہ پیری کی گدی پر بٹھایا جاوے (گو اُس سے بڑھکر اِس پیر کے صحبتیون سے لائق

وفائق صاحب ارشاد وہدایت موجود ہون) وعلی ہذا القیاس۔ اس باب مین ہم مقام خصوصیت خطاب موحدین مین کچھہ کہینگے۔ یہان یہہ **سوال** پیدا ہوتا ہے کہ اگر ان قیود کا جو نمبر ا سے ۴ تک بیان ہوئی ہین حدیث بیعت یا کسی اورحدیث وآیت مین ثبوت نہین ہے۔ تو تم ان قیود کی تجویز وترویج پر کیا فتوی لگاتے ہو۔ اسکا **جواب** یہہ ہے کہ جو شخص ان قیود کو دین سمجھے یا امور دین کی طرح انکی محافظت والتزام کرے اور انکی ترک پر ملامت وانکار عمل مین لاوے اس نے دین مین ایک نئی بات نکالی جو اسمین نہ تھی اور جو انکو دین نہ سمجھے عارضی عذرون ضرورتون کے سبب انکی رعایت ومحافظت کرے جیسے کسی شخص کو دیندار وپرہیزگار ایک ہی شخص نظر ومیسر آیا ہے اسلیئے اسنے اسکی بیعت کی ہے۔ اور وہ اسکی طرف منسوب ہونے اور اسکا مرید کہلانے کو داخل دین نہین سمجھتا۔ صرف پہچان کے لیئے (جیسے ہندی عربی حنفی شافعی کہلاتا ہے ویسا ہی چشتی یا قادری کہلاتا ہے۔ اس شخص پر ان قیود کے اختیار کرنمین کوئی اعتراض نہین ہے۔ ہمارا اور ہر منصف ومحقق کا دلی یقین ہے کہ صالحین ومتشرعین **مشائخ** طرق نے جو ان قیود کا لحاظ کیا ہے وہ اسی صورت سے کیا ہے اس باب مین جو مولانا **محمد اسمعیل** صاحب نے فرمایا ہے (جو مضمون القاب مذہبی مین (بصفحہ نمبر ۳۱) ان سے منقول ہوچکا ہے) وہ مثبتین ونافین دونون کے تسلیم کی لائق ہے۔ ایسا ہی اونہون نے صوفیہ کے اور خصوصیات کی نسبت فرمایا ہے جو اسمقام مین نقل کرنا تائید وفائدہ سے خالی نہین ہے۔ آپ بصفحہ ۲۴ کتاب **ایضاح الحق** مین فرماتے ہین۔ تعیین اوراد واذکار وریاضات وخلوات واربعینات ونوافل عبادات وتعیین اوضاع اذکار از جہر واخفا وضربات واعداد ومراقبات برزخیہ والتزام طاعات شاقہ ہمہ از قبیل بدعات حقیقیہ ست بہ نسبت اکثر طلاب کہ آن را اصل کمال شرعی یا از مکملات مے دانند اما بہ نسبت خواص کہ آن را محض از قبیل وسائل دانستہ در تعلیم وترویج آن سعی میکنند پس از قبیل بدعات حکمیہ باشد آری اخص الخواص کہ محض بنا بر ہدایت چندی از اغبیا کہ نفوس

ایشان در مرتبه قصوی از غباوت یا عصیان واقع شده اند اگر تعلیم امور مذکوره کرده باشند وایشان را بنمایش این باغ سبز بسوی دام اطاعت حق کشیده باشند و صرف بنا بر اصلاح استعداد ناقصه ایشان بقدر حاجت و ضرورت بطور وسائل بے التزام و ترویج و اہتمام بکار برده باشند و وقت حصول مقصود آن را ترک داده باشند پس ہر چند تعلیم امور مذکوره که از ایشان در بعضی احیان به نسبت بعضے اذہان بحسب اتفاق و رعایت مصلحت وقت بوجود آمد به نسبت ایشان از قبیل بدعات نباشد - اما کلام درین مقام در اکثر اہل زمان ست که آن مثل شریعت مستمره و طریقه مسلوکه می شناسند" - یہہ مثبتین کی خدمت مین التماس ہے

اب نافین کی خدمت مین گذارش کی جاتی ہے کہ جو آفات و بدعات و منکرات اس بیعت و پیری و مریدی سے عموماً عالم مین پیدا ہو رہی ہین - انکی برائی مین کیا شک ہے - ؟ مگر بلحاظ ان آفات و بدنتائج کے ہمکو یہہ نہین سُوجھتا کہ ہم اصل بیعت کو مٹیاتیل کردین اور جن اکابر مشائخ و اولیاء اللہ مین اس قسم کی بیعت جاری ہی ہو اُنپر بھی ان آفات و منکرات کے عمل مین لانے کا گمان بد کرین -

امر اول (یعنے بیعت کو مٹیاتیل نکرنے) کی وجہ یہہ ہے کہ بیعت تو بہ نص قرآن و عمل حضرت رسالت صلعم مشروع و مسنون ہو چکی ہے - اور ایک امر مشروع و مسنون کا ازالہ و ابطال بلحاظ نتائج و بمقتضاء تبدل علل و اسباب جائز نہین ہے

ثبوت مقدمہ اولیٰ (بیعت کے مشروع و مسنون ہونے) پر بہت سی آیات و احادیث کی شہادت پائی جاتی ہے مگر اس مقام مین از انجملہ ایک آیت اور ایک حدیث کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے -

خداوند تعالی سورہ **ممتحنہ** مین فرماتا ہے ای نبی صلعم جب تیرے پاس مومن عورتین ان باتون

یا ایہا النبی اذا جاءک المؤمنات یبایعنک عن	پر کہ شرک نکرینگی چوری نکرینگی زنا نکرینگی اپنی اولاد
ان لا یشرکن باللہ شیئا ولا یسرقن ولا یزنین	کو نہ مارین گی بہتان نہ لائین گی جسکو اپنے ہاتھون

ولا یقتلن اولادھن ولا یأتین ببھتان یفترینه بین ایدیھن وارجلھن ولا یعصینك في معروف فبایعھن واستغفر لھن ان الله غفور رحیم (ممتحنه ع ۲)

اور ہاتھون اور پاؤن کے بیچ سے ناحق نکالین اور اچھی باتون مین تیری نافرمانی نکرین گے تجھسے بیعت کرنیکو آوین تو اون سے بیعت لے اور انکے لیئے خدا سے بخشش مانگ خدا بخشش کرنیوالا مہربان ہے -

عامہ تفاسیر مین لکھا ہے کہ اس آیت کے موافق آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عورتون سے فتح مکہ کے دن بیعت کی - امام **ابن الجوزی** نے فرمایا ہے کہ اُسدن جن عورتون نے

قال ابن الجوزي وجملة من احصي من المبايعات اذ ذاك اربعمائة وخمسون امرأة ولم يصافح في البيعة امرأة وانما بايعهن بالكلام بهذه الاية - (فتح ج [illegible])

نے بیعت کی ہے اُنکی تعداد چار سو پچاس تھی ہوئی ہے آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سب سے زبانی اقرار لیا تھا ہاتھ سے ہاتھ نہیں ملایا -

صحیح **بخاری** مین عبادہ بن صامت رض سے حدیث ہے کہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم

ان عبادة بن الصامت وكان شهد بدرًا وهو احد النقباء ليلة العقبة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال وحوله عصابة من اصحابه بايعوني على ان لا تشركوا بالله شيئا ولا تسرقوا ولا تزنوا ولا تقتلوا اولادكم ولا تأتوا ببهتان تفترونه بين ايديكم وارجلكم ولا تعصوا في معروف فمن وفى منكم فاجره على الله ومن اصاب من ذلك شيئا فعوقب في الدنيا فهو كفارة له ومن اصاب من ذلك شيئا ثم ستره الله فهو الى الله ان شاء عفا عنه وان شاء عاقبه فبايعناه

نے اصحاب کو جو اونکے گرد بیٹھے تھے فرمایا مجھسے ان باتون پر کہ خدا سے شرک نکرو زنا نکرو اور اولاد کو قتل نکرو بہتان نہ باندھو - جسکو اپنے جی سے بناؤ اچھی بات مین نافرمانی نکرو بیعت کرو پھر جسنے اس بیعت پر وفا کیا اسکا اجر خدا پر رہا - جو ان کامون سے کسی کام کا مرتکب ہوا - اور اوسکو دنیا مین اسپر عذاب ہوا تو وہ اسکا کفارہ ہوگیا - اور جسنے کوئی ایسا کام کیا پھر خدا نے اسپر پردہ ڈالدیا تو وہ خدا کی سپرد ہے چاہے معاف کرے چاہے اسپر عذاب کرے - پس ہمنے (عبادہ

علیٰ ذلک - (صحیح بخاری ص۷)

بن صامت کہتے ہین) آپ سے ان باتون پر بیعت کی -

ان آیات واحادیث سے بیعت تو یہ کی مشروعیت تو صاف ثابت ہے - مگر انکے **جواب** مین فریق ثانی سے **بعض** تو یہہ کہتے ہین - کہ یہہ وہ بیعت نہین ہے جو صوفیون نے نکالی ہے - اور ان مین مروج ہے - انکے جواب مین ہم اس سے زیادہ کچھہ نہین کہہ سکتے ہین - کہ گو بعض صوفیون نے اس بیعت پر بہت کچھہ زیادتیان کی ہین - اور بعض نے تو اسکی صورت ہی بدل دی ہے - مگر بعض صوفیون مین صرف اسی قدر ثابت و مسنون کا ہی رواج ہے - آو اسی کو مانو قدر زائد کو جانے دو - اور خذ ما صفا ودع ما کدر پر عمل کرو - بعض ان آیات و احادیث کے جواب مین یہہ کہتے ہین کہ جس بیعت کا ان آیات و احادیث مین ذکر ہے وہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مخصوص اور آپ کا خاصہ ہے عموماً مشروع نہین ہے - اور یہہ بھی وہ کہتے ہین کہ مشروع تو تھی مگر پیچھے کر **منسوخ** ہو گئی ہے انکے جواب مین (بوجہ محض فہمایش نہ بطور مباحثہ) ہم کہتے ہین کہ **اول** تو یہہ دونون دعوی (دعوی نسخ و دعوی خصوصیت) ایسے متباین و باہم متخالف دعوے ہین کہ ایک دوسرے کا جواب ہو سکتا ہے - دعوی نسخ دعوی خصوصیت کا یون جواب ہو سکتا ہے - کہ منسوخ کہنا سابق مشروعیت عام کا اقرار کرنا ہے کیونکہ جو امر عموماً مشروع نہو وہ عموماً منسوخ نہین ہو سکتا - اور یہہ عین دعوی خصوصیت کا ابطال اور صاف اقبال ہے کہ وہ امر جسکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مخصوص کہا گیا ہے آنحضرت صلعم سے مخصوص نہ تھا بلکہ عام تھا -

دعوی خصوصیت دعوی نسخ کا یون جواب ہو سکتا ہے کہ ایک فعل کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مخصوص کہنا اسکے عام مشروعیت سے انکار کرنا ہے - اور یہہ اسکے عین عدم منسوخیت کا اقرار کرنا ہے - منسوخ وہ تب ہوتا - جب اُسکو عام مشروع مانا جاتا - اور خاص آنحضرت صلعم کے حق مین تو اسکے نسخ کا دعوی ہی نہین کیا گیا - عام لوگون کے حق مین منسوخ بتایا گیا ہے -

میرے بہائی ثانی انصاف کرین تو اسی اپنے تناقض کے سبب اپنے دعاوے سے دست بردار
ہو جاوین - اور ایک دعوی کو دوسرے کا جواب سمجھ لین **ثانیاً** اس دعوی نسخ وخصوصیت
پر کوئی دلیل قائم نہین ہوئی - اور باتفاق اُمت محمدیہ جبتک کسی امر مشروع کے نسخ وخصوصیت
پر کوئی دلیل ثابت نہو - اسکی عام مشروعیت سے انکار کرنا اور اُسکو مخصوص یا منسوخ کہنا
جائز نہین ہے - مدعی نسخ وخصوصیت اپنے مخالف کو یہہ نہین کہہ سکتا کہ عدم نسخ وعدم
خصوصیت پر وہ کوئی دلیل پیش کرے - اس لیئے کہ باتفاق علماء اسلام بلکہ سائر ادیان اصل نصوص
شرعیہ مین عدم نسخ ہے - اور نسخ ایک امر عارضی وطاری ہے جسکا ثبوت دلیل پر موقوف ہے
ایسا ہی عدم خصوصیت احکام شرعیہ مین اصل ہے کسی امر کی خصوصیت ثابت ہونے کے
لیئے دلیل مستقل ہونا ضروری ہے چنانچہ **قسطلانی وغیرہ** علماء نے بتصریح بہت جگہہ
اپنی تصانیف مین بیان کیا ہے کہ عدم خصوصیت
اصل ہے اور خصوصیت دلیل ثابت ہوتی ہے -

الاصل عدم الخصوصية (قسطلانی ص ۲۴۳ ۵)
الخصوصية لاتثبت الا بدليل " ص ۹٦ ۱ -

الحاصل اس باب مین بار ثبوت مدعی نسخ وخصوصیت پر ہے - مدعی عدم نسخ وعدم خصوصیت کے لیئے
کسی امر مین ورود نص کافی دلیل ہے - فریق ثانی ہمارے ان قواعد کو مانتے نہین - اسلیئے وہ اپنے
دعاوے نسخ وخصوصیت پر کچھہ کچھہ دلائل پیش کرتے ہین -

انکی عمدہ اور مقوی **دلیل** (جس سے وہ کبہی نسخ نکالتے ہین - کبہی خصوصیت ثابت کرتے ہین) یہہ
ہے - کہ یہہ بیعت توبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سوائی خلفاء راشدین وغیرہ صحابہ وتابعین
نے نہین کی

ایک دلیل ان کی (جس سے وہ صرف خصوصیت نکالتے ہین) یہہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے لوگون کو اپنے اس فعل کی ترغیب نہین دلائی - اور اس باب مین قولی حدیث نہین آئی
جسمین یہہ بیان ہو کہ خلفاء راشدین وغیرہ صالحین لوگون سے بیعت توبہ لیا کرین -

یہہ دلیل تو محض نکمی ہے چندان لائق بحث وجواب نہین ہے - کیونکہ اس دلیل کی

مہتمم بجز ایڈیٹر کوئی نہین ہے - اور ایڈیٹر کو اسکی متعلق بجز مضمون نگاری اور کسی کام کی فرصت نہین ہے - آئندہ ارادہ ہے کہ اسکا اہتمام کسی دوسری شخص کی سپرد کیا جاویگا - پھر انشاء اللہ تعالی اسکی ترقی کو زور ہوگا - اس موجودہ ترقی بلا سبب خارجی سے ناظرین و خریداران کو **یہہ نتیجہ نکالنا** چاہیے کہ یہہ رسالہ بلحاظ مضامین نہایت بابرکت ہی - لہذا اسکی نہایت قدر کرنی لازم ہے - اور اُسکی معاونت و اشاعت مین دلی کوشش ضروری ہے - کسی ایک آدہ کم فہم و پست ہمت خریدار کو انکاری ہوا دیکھکر اپنی ہمت کو ہار دینا مناسب نہین ہے **و لیکن افسوس** بعض لوگ اس ظاہری برکت مضامین اشاعۃ السنہ سے اب منکر ہین اور اُسکے بعض مضامین کو دنیاوی مضامین یا غیر مفید یا مضر دین سمجھنے لگے ہین - مگر وہ اس سمجھہ و انکار پر کوئی سند و دلیل پیش نہین کرتے اور ان مضامین کے دلائل سے کسی آیت یا حدیث کی دلالت یا ثبوت پر کوئی علمی بحث نہین کرتے صرف راقم کی نیت دلی اور ارادہ قلبی سے غیبی خبر دیکر فرماتے ہین کہ ان مضامین کے لکھنے مین راقم کی نیت اچھی نہین ہی -

ایک صاحب مضمون "چھوٹے لڑکون کی شادی" کے اُن فقرات پر جنمین یہہ بیان ہے کہ فلان فلان سنت اسلام مسلمانون سے انگریزون نے چھین لی ہی - یہہ اعتراض کرتے ہین - کہ اسمین انگریزون کی خوشامد و تعریف مدنظر ہے

ایک صاحب مضمون کفار کی نوکری کی نسبت مجھے لکھتے ہین کہ اپنی اقوام غیر تالیف کے لیئے خوب چلتا ہوا نسخہ نکالا ہے یعنی انگریزون کے خوش کرنے کو یہہ مضمون لکھا ہے -

ایک صاحب جوابات سوال کمیشن تعلیم کی اشاعۃ السنہ مین درج ہونے پر یہہ اعتراض کرتے ہین - کہ یہہ دنیاوی علوم کی نسبت سوال و جواب ہین - انکو دین سے کیا علاقہ -؟

ایک صاحب نمبر ۱۶ اخبار مشیر قیصر مطبوعہ ۱۲ - اپریل ۸۳ء مین لکھتے ہین - کہ پہلے اُسکے رسالہ اشاعۃ السنہ مین مسائل شرعیہ و جوابات نیچریہ درج ہوتے تھے اب تھوڑے عرصہ سے ڈیپل کمیٹی کے حالات کہ فلان صاحب ممبر ہین - اور فلان تاریخ یہہ ہوا - درج

بنا ان اصول پر یہہ ہے کہ فعل نبوی لائق اقتدا نہین جب تک کہ اسکے ساتہہ قول بہی شاہد و مؤید نہو ۔ سُنت نبوی (جو واجب الاتباع ہے) کی تقسیم قولی ۔ فعلی ۔ تقریری مین بہی عبث ہے ۔ اور یہہ اصول کافہ علماء اسلام محدثین و اصولیین کے مخالف ہین ۔ اور صریح نصوص کتاب و سنت اسکے مکذب ہین ۔

پہلی دلیل کا جواب فریق مثبت یہہ دیتا ہے کہ خاص بیعت توبہ و تقوے آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاء راشدین نے بھی لی ہے ۔ یہہ جواب صحیح ہو تو پھر کوئی جھگڑا باقی نہین رہتا ۔ مگر مین اس جواب کو صحیح نہین سمجھتا ۔ چنانچہ بمقام خطاء مصیبین اسکی تفصیل کرونگا ۔ اس لیئے میرے نزدیک اسکا جواب یہہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے قول یا فعل ثابت ہو جانیکے بعد ہمکو اس امر کی حاجت نہین ہے ۔ کہ ہم اسکے موافق کسی کا عمل تلاش کرین ۔ آنحضرت صلعم کا قول و فعل بنفس خود حجت ہے ۔ جو امر آنحضرت صلعم کے قول یا فعل سے ثابت ہو ۔ جب تک کوئی دلیل (جو ثبوت و دلالت مین اسکے مساوی ہو) اسکے نسخ و خصوصیت پر قائم نہو وہ واجب العمل ہے ۔ گو اسپر عمل کرنیوالا مشرق و مغرب مین کوئی نظر نہ آوے اور ہمکو وہ متروک و مہجور معلوم ہو ۔ اسمین ہمکو یہہ سمجھنا چاہیئے کہ نفس الامر مین ضرور کوئی نہ کوئی اس سنت کا قائل و عامل ہوگا گو ہمکو اس کا علم نہین ۔

امام نووی نے شرح مسلم مین حدیث صیام ستہ شوال کی شرح مین فرمایا ہے ۔

ودلیل الشافعی وموافقیه هذا الحدیث الصحیح الصریح واذا ثبتت السنة لا تترك لترك بعض الناس او اکثرهم او کلهم (شرح مسلم)	امام شافعی اور اسکے ہم خیالون سے ۔ (جو صیام ستہ شوال کے قائل ہین) یہہ حدیث دلیل ہے اور جب حدیث صحیح ہو تو اسکو بعض لوگون یا تمام لوگون کے ترک کر دینے سے چھوڑا نجاوے

اور حافظ **ابن القیم** نے فرمایا ہے چنانچہ ایقاظ مین منقول ہے کہ متابعت خالصہ اسکا نام ہے کہ آن حضرت صلعم

ان تجرید المتابعة ان لا یقدم علے ماجاءه	کے بات پر کسی کی بات اور رای کو مقدم نکیا جاوے

به الرسول صلی الله علیه وسلم قول احد ولا رأیه کائنا من کان وما کان بل ینظر فی صحة الحدیث اولا فاذا صح نظر فی معناه ثانیاً فاذا تبین له لم یعدل عنه ولو خالفه من بین المشرق والمغرب ومعاذ الله ان تتفق الامة علی ترک ما جاء به نبیها صلی الله علیه وسلم بل لا بد ان یکون فی الامة من قال به ولو خفی علیک فلا تجعل جهلک بالقائل به حجة علی الله تعالی ورسوله صلی الله علیه وسلم فی ترکه بل اذهب الی النص ولا تضعف واعلم انه قد قال به قائل قطعاً ولکن لم یصل الیک علم هذا مع حفظ مراتب العلماء وموالاتهم واعتقاد حرمتهم وامانتهم واجتهادهم فی حفظ الدین وضبطه- (ایقاظ)

کوئی بات ہو- اور کیسی ہی ہو- بلکہ پہلے صحت حدیث کو دیکھا جاوے- پھر اگر صحیح ہو تو اُسکے معنے کو خیال کیا جائے- جب وہ معلوم ہو چکے تو اس سے عدول نہ کیا جاوے- اگرچہ مشرق سے مغرب تک کے لوگ اسکے مخالف ہوں- اور خدا کی پناہ ہے کہ تمام امت ترک حدیث پر اتفاق کر لے- یہ کبھی نہ ہوگا- بلکہ کوئی نہ کوئی امت مین اسکا قائل ہوگا- اگرچہ تجھپر اُسکا حال چھپا رہا- اور تیرا نہ جاننا اس قائل کو اللہ کے سامنے اس حدیث کے ترک کرنے مین سند نہیں ہو سکتا ہے- پس حدیث کی طرف جا- اور ہمت نہ ہار- اور جان لے کہ کوئی نہ کوئی اسکا قائل ہوگا- اگرچہ تجھے اُسکا علم نہیں- اور باوجود تیرے اس عمل بالحدیث و ترک اقوال علماء کے ان علماء کی محبت و تعظیم مراتب اور اُنکی امانت و اجتہاد کا اعتقاد دور نہیں ہوتا-

اسکے **مقابلہ مین** فریق ثانی یہہ کہتا ہے- کہ اصول حدیث مین کسی حدیث کے خلاف پر اجماع پایا جانا اسکے منسوخ ہونیکی دلیل سمجھا گیا ہے- اسکا جواب یہہ ہے کہ یہہ بات اس اجماع کی نسبت کہی گئی ہے- جو واقعی اجماع ہو- اور سند صحیح سے ثابت ہو- نہ ادعائی اور خیالی اجماع کی نسبت جسکا ہر کوئی محض اپنی لاعلمی سے مدعی ہو جاتا ہے- وہ جب کسی اپنے خیالی مسئلہ کی نسبت اپنے خیال کے مخالف کسیکو نہیں پاتا تو جھٹ اس مسئلہ مین کہدیتا ہے لم ادر فیہ خلافاً قصداً اجماعاً- یعنی اس مسئلہ مین کسی کا خلاف نہیں پایا پس یہہ اجماع ہو گیا ایسے دعوی

اجماع کو قائل کی لاعلمی کی دلیل سمجھا جاتا ہے۔ نسخ حدیث کی دلیل اسکو کوئی محدث و اصولی نہین سمجھتا۔ **حافظ ابن القیم** نے **اعلام الموقعین** مین کہا ہے (چنانچہ صالح بن محمد فلانی نے ان سے نقل کیا ہے) امام احمد کے فتوے پانچ اصول پر مبنی ہین۔ ایک نصوص۔ ان کا قاعدہ تھا کہ جب کوئی نص (آیت یا حدیث) کسی مسئلہ مین پالیتے تو اسکے موافق فتوے دیتے۔ اور اسکے مخالف قول اور اسکے قائل کی طرف کچھ التفات نکرتے۔ خواہ کوئی ہو۔ اور کیسی ہی بات اسنے کہی ہو۔ اسکے بعد حافظ ابن القیم نے چند مثالین (جنمین امام احمد نے اجلہ صحابہ (خلفاء راشدین وغیرہ) کے اقوال مخالفہ کا لحاظ نہین کیا۔ اور حدیث کے موافق فتوے دیا ہے ذکر کین۔ اسکے بعد فرمایا ہے۔ امام احمد حدیث صحیح پر کسی عمل اور رای و قیاس کو مقدم نکرتے۔ اور نہ کسی صحابی کے قول کو اور نہ کسی کے عدم علم مخالف کو جسکا بہت لوگ اجماع نام رکھ لیتے اور اسکو حدیث صحیح پر مقدم کر لیتے ہین۔ امام احمد نے اس شخص کو جو ایسے اجماع کا دعوے کرے اور اسکو حدیث صحیح پر مقدم کرنیسے باز نہ آوے جھوٹا کہا ہے۔ ایسا ہی امام شافعی اپنے رسالہ جدیدہ مین بتصریح بیان کیا ہے۔ کہ اگر اسمین

وكانت فتواه (يعني الامام احمد) مبنية على اصول خمسة احدها النصوص فاذا وجد النص اي الكتاب والسنة افتى بموجبه ولم يلتفت الى ما خالفه ولا من خالفه كائنا من كان الى ان ذكر امثلة لذلك ثم قال۔ ولم يكن يقدمه على الحديث الصحيح عملا ولا رأيا ولا قياسا ولا قول صاحب ولا عدم علمه بالمخالف الذي يسميه كثير من الناس اجماعا ويقدمونه على الحديث الصحيح قد كذب احمد من ادعى الاجماع ولم يمتنع تقديمه على الحديث الثابت وكذلك الشافعي ايضا نص في رسالته الجديدة على ان ما لم يعلم فيه الخلاف لا يقال له اجماع ولفظه ما لا يعلم فيه الخلاف فليس اجماعا وقال عبد الله بن احمد بن حنبل سمعت ابي يقول ما يدعي فيه الرجل الاجماع فهو كذب على من ادعى الاجماع فهو كاذب لعل الناس اختلفوا ما يدريه ولم ينته اليه فليقل لا نعلم الناس اختلفوا هذه دعوى

بشر المریسی والاصم ولکن یقول ولکن لا نعلم الناس اختلفوا ولم یبلغنی ذلک هذا لفظه ونصوص رسول الله صلی الله علیه وسلم عند الامام احمد وسائر ائمة الحدیث اجل من ان یقدم علیها توهم اجماع مضمونه عدم العلم بالمخالف ولو ساغ تعطلت النصوص وساغ لکل من لم یعلم مخالفا فی حکم مسئلة ان یقدم جهله بالمخالف علی النصوص فهذا هو الذی انکره الامام احمد والشافعی من دعوی الاجماع لا ما یظنه بعض الناس انه استبعاد لوجوده - (ایقاظ)

کسی کو علماء کا اختلاف معلوم نہو - اسکو اجماع نہین کہا جاتا ہے - انکے بعینہ یہہ الفاظ ہین ما لا نعلم فیه الخلاف فلیس اجماعاً (جسکا ٹھیک ترجمہ وہ ہے جو ہم بیان کر چکے ہین) امام احمد کے بیٹے عبد اللہ نے کہا ہے - مینے اپنے باپ (امام احمد) سے سنا آپ فرماتے جو ایسے اجماع کا دعوی کرتا ہے وہ جھوٹا ہے - شاید لوگون کا اسمین اختلاف ہو جسکا علم اسکو نہین پہنچا - اسکو یون بولنا چاہیے مجھے معلوم نہین - کہ لوگون کا اسمین اختلاف ہے یہہ بشر مریسی اور اصم کا دعوی ہے - ولیکن یون کہین کہ لوگون کا اسمین اختلاف ہو - مجھے معلوم نہین ہے - یہہ امام احمد کے الفاظ ہین - اور انکے اور باقی سبھی امامون کے نزدیک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان اس سے بلند تر تھی - کہ اسپر اجماع کے وہم وگمان کو جسکا مضمون صرف مخالف کے حال سے لاعلمی ہے مقدم کیا جاوے - اگر یہہ امر جائز ہو - تو احادیث بیکار ہو جاوین اور ہر ایک کو جو کسی کو اپنے خیال کے مخالف نجانتا ہو یہہ جائز ہو جائے کہ اپنی لاعلمی کو حدیث پر مقدم کرے - امام احمد اور شافعی نے اسی قسم کے اجماع کی تسلیم سے انکار کیا ہے - نہ یہہ کہ انہون نے وجود اجماع کو بعید سمجھا ہے - جیسا کہ بعض لوگون کا خیال ہے -

امام **ابن القیم** فرماتے ہین (جیسا کہ فلانی نے نقل کیا ہے) کہ جب یہہ طریق (لاعلمی کو اجماع بنا کر احادیث کے مقابلہ مین پیش کرنا) پیدا ہوا - تو اس سے نا معلوم اجماعون سے احادیث کا مقابلہ شروع ہوا - اور اس دعوی کا دروازہ کھلا

وحین نشأت هذه الطریقة تولدت عنها معارضة النصوص بالاجماع المجهول وفتح باب دعواه

وصار من لم یعرف الخلاف من المقلدین اذا احتج علیه بالقرآن و السنة قال هذا خلاف الاجماع وهذا هو الذی انکره ایمه الاسلام وعابوا من کل ناحیة علی من ارتکبه وکذبوا من ادعاه - (ایقاظ)

جب مقلدین مذاہب کے سامنے قرآن و حدیث سے استدلال قائم ہوئے - تو وہ یہہ کہنے لگ گئے کہ یہہ حدیث تو اجماع کے مخالف ہے - یہی اجماع (خیالی و وہمی) ہے جس سے ایمہ اسلام نے انکار کیا ہے - اور ہر طرف سے اسکے دعوی کرنے والون پر انہون نے عبث لگایا - اور ان کو جہوٹا کیا ہے -

شاید اسپر **فریق** ثانی یہہ **اعتراض** کرے - کہ عدم نقل و عدم ثبوت کو تو علماء نے بہت مواضع مین سند ٹھہرایا ہے - اور بہت سے احکام کی مشروعیت کو اس عدم النقل کی دست آویز سے مٹایا ہے - (دور نجاؤ اپنے ہی اشاعۃ السنہ نمبر ۲ جلد ۲ کو دیکھ لو - پھر تمنے عدم علم و ثبوت عملیت بعد حضرت رسالت صلعم کو کیون بے اعتبار کر دیا - اسکا **جواب** یہہ ہے کہ اولاً تو یہہ دعوی عدم نقل و عدم ثبوت اس شخص سے زیبا ہے - جو ائمہ نقل سے ہو - یا وہ جو جس زمانہ کا حال وہ بیان کرے اسکے قریب قریب ہو - جس شخص کو متون صحاح ہی عبور نہو اور وہ زمانہ صحابہ و تابعین سے بارہ سو برس پیچہے پیدا ہوا ہو اسکا یہہ کہنا کہ فلان امر زمانہ صحابہ و تابعین مین ثابت نہین کیونکر لائق سند ہے -

ثانیاً - اس عدم نقل کا اعتبار اس محل مین ہے - جہان صاحب شریعت سے کچہہ ثابت نہو اور ایک امر کی مشروعیت و عدم مشروعیت کا حال نص سے معلوم نہو - اس محل مین جب کوئی دلیل مشروعیت نہین ملتی تو ناچار بحکم براءۃ اصلیہ عدم اصلی اور عدم نقل اور عدم ثبوت کی طرف مراجعت کی جاتی ہے -

اور اسمقام مین (جہان بحث ہے) تو نص صریح مشروعیت پر موجود ہے - اور جس محل سے ہمکو اسمقام مین بحث ہے ہمین تو نص صریح اسکی مشروعیت پر پائی جاتی ہے - اس امر کا ابطال و خلاف اس قاعدہ سے ثابت کرنا - اور اسپر عدم وجدان

و عدم نقل کو دلیل ٹھہرانا کب جائز ہے - یہان تو یہہ عدم نقل و عدم وجدان و عدم ثبوت ایک مثبت دلیل کے مقابل ہے - اور اسکے مفاد منشأ کے برخلاف ہے - اسلیئے اس کا اعتبا جائز نہین ہے -

اس بات کو عام فہم طور پر یون بیان کیا جاسکتا ہے کہ علماء نے عدم نقل و عدم وجدان دلیل کا اعتبار تو کیا ہے - مگر اس محل مین جہان کوئی نص پائی نہ جاوے - اور اس باب مین کوئی حکم نص سے معلوم نہو - یہہ نہین کہا کہ کسی نص (قرآن و حدیث) پر عمل کرنا اس نص کے موافق کسی شخص کے عمل کرنے پر موقوف ہے - اور وہ عمل تلاش سے نہ ملے - تو یہہ نہ ملنا اسکے معدوم ہونے اور موجود نہونے پر کافی دلیل ہے - **بالجملہ** نص صریح کے خلاف اور مقابلہ مین عدم اصلی اور عدم نقل اور عدم وجدان - اور عدم ثبوت لائق اعتبار نہین ہے - اس **بات** کو ہی ہمارے بہائی نافی سوچین - اور انصاف سے اسمین غور کرین - تو اس سے ہی جھگڑا طے ہوسکتا ہے -

اب میرے خیال مین اور نافین کی تصانیف مین ایسا کوئی عذر لائق لحاظ باقی نہین رہا - جس سے آیات و احادیث بیعت تو بہ سے بیعت کی سنیت و مشروعیت ثابت ہونے مین کوئی شبہ پیدا ہوسکے - یہہ مقدمہ **اولی** کا ثبوت ہے - اب **دوسری** مقدمہ کا ثبوت دیا جاتا ہے

مقدمہ ثانیہ (بلحاظ نتائج و بمقتضائی تبدل اسباب و علل امر مشروع کو باطل نکردینے) کے ثبوت پر دلیل یہہ ہے - کہ اگر بلحاظ نتائج و بمقتضائی تبدل و علل و اسباب احکام مشروعہ باطل و بیکار کیا جاوے - تو شریعت محمدی مین کم سے کم ایک حکم الٰہی بھی باقی نہین رہتا - جو اس تعطل و تبدل کا معرض نہو - دور نجاؤ نماز و روزہ ہی کو دیکھ لو - اس سے بہی باوجودیکہ یہہ عمدہ شعائر اسلام سے ہین بد نتائج پیدا ہوسکتے ہین - اور ہو رہے ہین -

بہت نمازی ہین جو نماز سے بجز نمایش و ریا کچھہ مدنظر نہین رکھتے - جن کے حق مین

فویل للمصلین الذین ھم عن صلوتھم ساھون الذین ھم یرآءون ویمنعون الماعون ۃ

خداتعالی نے فرمایا ہے اون نمازیون کے لیئے خرابی یا جہنّم ہے جو اپنی نمازون سے غافل ہین اور ریا کرتے ہین -

اور **آنحضرت** صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بہت روزہ دار ایسے ہین جنکو اپنے روزہ سے بجز بھوک پیاس کچھ فائدہ نہین ہوتا - اور بہتیرے قائم اللیل (نمازی) ایسے ہین - جنکو اپنے قیام سے بجز بیخوابی کچھ نہین پُہنچتا -

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کم من صائم لیس لہ من صیامہ الا الظمأ وکم من قائم لیس لہ من قیامہ الا السھر - (دارمی)

بہتیرے نمازی ایسے ہین جو نماز کو چوری و بدکاری کا ذریعہ بنالیتے ہین - مسجد مین اس لیئے جاتے ہین - کہ جب امام اور اُسکے مقتدی سجدہ کو جاوین - تب وہ لوگون کی جوتیان اور کپڑے اُٹھا کر لیجاوین - یا وہ مسجد مین جاکر کسی عورت کو جو نماز کے لیئے آوے یا مسجد کے کوئین سے پانی بھرنے جاوے دام مین لاوین - اور ان نتائج کی برائی مخفی نہین ہے -

بہت نمازی ہین جو نماز کو بُرے طور - اور خراب کرکے پڑھتے ہین جسمین وہ کئی گناہون کے مرتکب ہوتے ہین جیسے وقت مکروہ مین پڑھنا - رکوع سجود ایسا جلد و ناتمام کرنا - جسکی نسبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم صاف آچکا ہے کہ ایسی نماز نماز نہین ہے -

پھر کیا ان بدنتائج اور خرابیون کے لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہین - کہ نماز پڑھنا - اور روزہ رکھنا موقوف کیا جاوے - کیونکہ لوگ اس سے بدنتائج نکال لیتے ہین - اور انکو ایسے طور پر ادا کرتے ہین جس طور سے وہ مشروع نہین ہین - مین نہین جانتا کوئی مسلمان ایسے امر کو تجویز کرے - اور بلحاظ ان نتائج و تبدل صورت نماز کے موقوفی نماز کا حکم دے -

اسی نظر سے علماء اسلام صحابہ کرام وغیرہ عظام نے بہت مواضع مین احکام مشروعہ کو نہین بدلا - اور نہ اوٹھایا - باوجودیکہ ان احکام کا وہ حال نرہا تھا - جو ابتدا مشروعیت کیوقت انکا حال تھا - اور ان کا سبب مشروعیت - اور اسکا نتیجہ بھی بدل چکا تھا - آس کی

نظیرین بہت ہین۔ مگر ہم بخوف طوالت اس مقام مین دو مثالین کے ذکر پر اکتفار کرتے ہین۔

اول مثال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہہ حکم ہے۔ کہ اگر عورتین جماعت کے لیئے مسجد مین جانا چاہین تو انکو نہ روکو۔ اس حکم کا سبب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا دین تھا۔ اور اسکا نتیجہ اسوقت کا امن تھا۔ زمانہ حضرت رسالت صلعم کے بعد نہ وہ سبب رہا۔ نہ وہ نتیجہ۔ عورتون مین وہ بیدینی کی باتین مروج ہوگئین جو مسجدون مین جلنے سے ان کو مانع تھین۔ اور مسجدون مین جلنے سے نتیجہ فساد پیدا ہونے کا خوف پیدا ہوگیا۔ تب صحابہ کرام نے اس حکم کو بلحاظ اس بد نتیجہ کے نہ اوٹھایا۔ اور حضرت عائشہؓ نے صاف فرمادیا کہ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خود بذات شریف ہوتے اور عورتون کی ان باتون کو دیکھتے تو انکو مسجدون سے روک دیتے۔

لوان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رای مااحدثت النسآء لمنعھن المساجد کما منعت نساء بنی اسرائیل (مسلم صـ ۱۸۳)

صاحب دراسات نے کہاہے۔ کہ اس قول سے حضرت عائشہؓ نے جتایا ہے کہ ایک امر مسنون کو اسکی وجہ بدل جانے کے سبب اوٹھا دینا شارع ہی سے مخصوص ہے۔ اور یہہ اس حکم شرع کو منسوخ کرنا ہے اسپر آپکے سوای اور کوئی شخص جرات نہین کرسکتا۔

افادت ان الحکم بتبدیل السنة عند زوال العلة مخصوص بالشارع صلے اللہ علیہ وسلم وانه فی معنے النسخ فلا یقدم علیه احد (دراسات صـ ۵۹)

اس بیان کی زیادہ تفصیل بنقل احادیث و اقاویل ہم اشاعة السنہ نمبر ۱۲ جلد ۲ مین کرچکے ہین۔ اس لیئے اسمقام مین اسکا اعادہ نہین کرتے۔ اور نہ یہہ ہماری عادت ہے۔

دوسری مثال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا حج مین رمل کرنے کا حکم ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے (جب آپ حدیبیہ کے دوسرے سال مکہ مین عمرہ کرنے کو آئے اور مکہ مین مشرکین تھے) فرمایا کہ بوقت طواف رمل کرو۔ یعنی پہلوانون کی طرح اکڑ کر اور زور دکھا کر چلو۔

اس حکم کی وجہ یہہ تہی - کہ مشرکین مکہ (جو انکو بنجار کے مارے ہوئے سمجھتے تھے) انکو حقارت سے نہ دیکھین - حضرت عمرؓ کا وقت آیا تو انہون نے فرمایا کہ اب ہمکو اس رمل سے کیا کام ہے خدا نے مشرکین کو تو ہلاک ہی کر دیا ہے - پھر فرمایا یہہ آنحضرت صلے اللہ علیہ سلم کا فعل ہے ہم اسکو چھوڑنا پسند نہین کرتے

> قال عمر ومالنا وللرمل انما كنا رائينا المشركين وقد اهلكهم ثم قال صنعه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلا نحب ان نترکه
>
> (بخاری ص۲۱۸)

اس **قول** مین حضرت عمرؓ نے یہی یہی جتایا ہے کہ گو اس حکم کا سبب اور نتیجہ جو بوقت مشروعیت اس حکم کے پایا گیا تھا - اب پایا نہین جاتا - مگر ہم اس حکم کو اس لحاظ سے بدل اور اوٹھا نہین سکتے - اس مثال کی تفصیل احادیث و اقاویل اشاعۃ السنہ نمبر ۱۱ جلد ۲ مین ہو چکی ہے - ان دو مثالون سے امید ہے ناظرین کو یقین ہوگا کہ نتائج و اسباب کی نظر سے احکام مشروعہ کو بدلانا یا اوٹھانا جائز نہین ہے - اس بیان سے بیعت کی مشروعیت و سنیت کی دلیل قائم و ثابت ہوئی

ابد ۱۲ **جواب** فریق ثانی کی اس **بدگمانی** کا کہ اکابر مشائخ و اولیاء اللہ بھی اس بیعت مسنون پر نہ تھے - وہ بھی خطا کار دکاندار تھے - اور ان منکرات و زیادتیون کے مروج رہے جنکی برائی ثابت ہو چکی ہے - سو اسمقام مین ہم اس سے زیادہ نہین دے سکتے کہ یہہ عام بدگمانی بلا وجہ ہے - ان مشائخ مین ایسے متبعین و متشرعین بھی گذرے ہین جو ان زیادتیون کے مروج نہین ہوئے - اور اگر کسی خاص شخص کے قول یا فعل مین کوئی امر زائد از سنت پایا جاتا ہے تو اسمین نیک گمان بھی ہو سکتا ہے کہ اسنے یہہ امر بحالت ضرورت اور ایسی ضرورت سے کیا ہے جس سے اسپر الزام خلاف شریعت یا بدعت عائد نہین ہو سکتا چنانچہ مولانا **محمد اسمعیل** علیہ الرحمۃ نے بیان فرمایا ہے - جو ص۴۵ مین منقول ہوا -

یہہ گذارش خدمت فریق ثانی مین آخر کلام ہے جس سے عام مسلمانون سے خطاب پورا ہوا -

اب **خاص** اس فرقہ اہل اسلام کی خدمت مین جو **موحدین و متبعین سنت** کہلاتے ہین

کچہہ **گذارش** کیا جاتا ہے

یہہ عام گفتگو جو بیعت پیری و مریدی کی نفی و اثبات مین بضمن خطاب عام اہل اسلام ہوئی اسکو بہی اس گروہ کے دونون فریق نافی و مثبت اپنے خطاب مین سمجھہ لین - اور سچ پوچھو تو اکثر باتین اس گفتگو کی ان ہی حضرات کی ہین -

علاوہ بران **فریق نافی کی خدمت مین یہہ التماس ہے** اگر ہمارے یہان اثبات سنیت بیعت سے انکی تسلی نہو - اور بیعت کے مسنون و مشروع ہونے مین انکو شبہ باقی رہا ہے تو اس شبہ کا وہ موازنہ و اندازہ فرما دین - اور اسکے موافق ہمکو وقعت دین - اگر وہ شبہ ثبوت و یقین مین نص (آیت و حدیث) بیعت سے ہموزن و مساوی ہے - تو وہ اس شبہ کو آیت و حدیث بیعت کا ناسخ یا لنسخ کی دلیل ٹھہرا دین - ورنہ یہہ انصاف فرما دین کہ ایک ضعیف و کمزور شبہ آیت یا حدیث کا ناسخ و مبطل عمل کیونکر ہو سکتا ہے -

ہمنے مانا کہ بیعت توبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی صحابی یا تابعی سے پائی نہین گئی - مگر یہہ امر اس بات کے یقین کا مثبت کہان ہو سکتا ہے - کہ وہ منسوخ ہو چکی تھی شاید ان عذرون اور سببون سے جو حضرت شاہ **ولی اللہ** نے **قول جمیل** مین بیان فرمائے ہین متروک ہوئی ہو - اور اگر وہ سبب سب کے سب ضعیف و نا قابل اعتبار ہین تو بہی ممکن ہے کہ اسکے متروک ہونے کا کوئی اور سبب قوی و لائق اعتبار ہو جسکو ہم اور آپ لوگ نہین جانتے -

کیا فریق نافی اس بات کا یقین رکھتے ہین کہ صحابہ و تابعین مین اس بیعت کے متروک ہونے کا بجز اسکی منسوخ یا آنحضرت صلعم سے مخصوص ہو جانے کے کوئی اور سبب نہ تھا - اور اس یقین پر وہ مباہلہ کر سکتے یا کوئی حلف مغلظ † اٹھا سکتے ہین - جیسے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سنیت فعل بیعت پر مباہلہ کرنے اور حلف اٹھانے کو ہم اور وہ حاضر ہین -

اگر وہ ایسا یقین نہین رکہتے جسپر وہ مباہلہ کر سکین یا حلف اٹھا سکین تو پھر خدا کو اور موت

---

† جیسے حلف بالطلاق جو محدثین صحیح بخاری کی صحت پر تجویز کرتے ہین -

مہتمم بجز ایڈیٹر کوئی نہین ہے - اور ایڈیٹر کو اسکی متعلق بجز مضمون نگاری اور کسی کام کی فرصت نہین ہے - آیندہ ارادہ ہے کہ اسکا اہتمام کسی دوسری شخص کی سپرد کیا جاویگا - پھر انشاء اللہ تعالی اسکی ترقی کو زور ہوگا - اس موجودہ ترقی بلا سبب خارجی سے ناظرین و خریداران کو یہہ **نتیجہ نکالنا** چاہیے کہ یہہ رسالہ بلحاظ مضامین نہایت بابرکت ہے - لہذا اسکی نہایت قدر کرنی لازم ہے - اور اُسکی معاونت و اشاعت مین دلی کوشش ضروری ہے - کسی ایک آدہ کم فہم و پست ہمت خریدار کو انکاری ہوا دیکھکر اپنی ہمت کو ہار دینا مناسب نہین ہے **و لیکن افسوس** بعض لوگ اس ظاہری برکت مضامین اشاعۃ السنہ سے اب منکر ہین اور اسکے بعض مضامین کو دنیاوی مضامین یا غیر مفید یا مضر دین سمجھنے لگے ہین - مگر وہ اس سمجھہ و انکار پر کوئی سند و دلیل پیش نہین کرتے اور ان مضامین کے دلائل سے کسی آیت یا حدیث کی دلالت یا ثبوت پر کوئی علمی بحث نہین کرتے صرف راقم کی نیت دلی اور ارادہ قلبی سے غیبی خبر دیکر فرماتے ہین کہ ان مضامین کے لکھنے مین راقم کی نیت اچھی نہین ہے -

ایک صاحب مضمون "چھوٹے لڑکون کی شادی" کے اُن فقرات پر جنمین یہہ بیان ہے کہ فلان فلان سنت اسلام مسلمانون سے انگریزون نے چھین لی ہے - یہہ اعتراض کرتے ہین - کہ اسمین انگریزون کی خوشامد و تعریف مدنظر ہے

ایک صاحب مضمون کفار کی نوکری کی نسبت مجھے لکھتے ہین کہ اپنی اقوام غیر تالیف کے لیے خوب چلتا ہوا نسخہ نکالا ہے یعنی انگریزون کے خوش کرنے کو یہہ مضمون لکھا ہے -

ایک صاحب جوابات سوال کمیشن تعلیم کی اشاعۃ السنہ مین درج ہونے پر یہہ اعتراض کرتے ہین - کہ یہہ دنیاوی علوم کی نسبت سوال و جواب ہین - انکو دین سے کیا علاقہ - ؟

ایک صاحب نمبر ۱۶ اخبار مشیر قیصر مطبوعہ ۱۲ - اپریل ۸۳ء مین لکھتے ہین - کہ پہلے اسکے رسالہ اشاعۃ السنہ مین مسائل شرعیہ و جوابات نیچریہ درج ہوتے تھے اب تھوڑے عرصہ سے میونسپل کمیٹی کے حالات کہ فلان صاحب ممبر ہین - اور فلان تاریخ یہہ ہوا - درج ہوتے ہین -

3

اس سال مین ایک مضمون یہہ نکلا ہے کہ حکام انگریزی کے خوش کرنیکے لیئے جو وضع رکھی جاوے درست ہے ۔ اس قسم کے مضامین کے ملکی اخبارات ذمہ دار ہین ۔ آپ کا پرچہ تو مذہبی ہے پھر اوسکو دنیاوی معاملات سے کیا تعلق ہے"۔؟

> ولا تهنوا فی ابتغاء القوم ان تکونوا تألمون فانهم یألمون کما تألمون وترجون من الله ما لا یرجون (سورہ نساء ۱۰۴)
>
> کما تألمون ای مثلکم ولا یجبنون عن قتالکم ما لا یرجون هم ۔ فانتم تزیدون علیهم بذلک فینبغی ان تکونوا ارغب منهم فیه (جلالین وغیرہ)

پہلے صاحب کے جواب مین تو مین منجملہ بہت سے آیات و احادیث کے صرف ایک اُس آیت کو **پیش کرتا ہون** جسمین خداوندتعالی نے ابوسفیان کو جنگ احد سے شکست کھا کر پھر مدینہ کیطرف لوٹ آنے کے قصد پر مسلمانون کو مشرکین کی جرأت و تحمل یاد دلا کر فرمایا ہے کہ تم انکی دہاوی مین کیون سست ہوتے ہو ۔ تم زخمی ہو چکے ہو تو کیا وہ زخمی نہین ہوئے اور باوجود اسکے وہ سست نہین ہوئے اور تمکو اس لڑائی مین ثواب آخرت کی بھی امید ہے جو اُنکو نہین ہے ۔ پہر بھی وہ لڑائی کو تیار ہین ۔

اور یہہ پوچھتا ہون کہ کیا خداوندتعالی کو بھی اس ذکر جرأت تحمل مشرکین سے انکی تعریف و توصیف مدنظر ہے ۔ اگر وہ کہین کہ خداوندتعالی نے صرف مسلمانون کو جرأت دلانیکے لیئے مشرکین کے جرأت و تحمل کا ذکر کیا ہے ۔ تو کہا جاویگا ۔ کہ راقم کے اس بیان کو کہ فلان سنت مسلمانون سے عیسائیون نے چھین لی ہے ۔ مسلمانون کو عبرت و شرم دلانے پر حمل کرنے سے کون مانع ۔ اور اس بدگمانی پر کہ اس سے بجز تعریف انگریزون کے اور کچھہ مقصود نہین ہے ۔ کون سی دلیل ہے جو قیامت کے دن چل سکے ۔ اور خدا کے سامنے صحیح نکلے ۔

جو شخص اشاعۃ السنہ پر عیسائیون کی خاطرداری و لحاظ کا بدگمان کرے ۔ وہ اشاعۃ السنہ مین عیسائیون کے مخالف مضامین (جیسے نمبر ۲ و ۳ جلد ۴ مین مضمون ولادت مسیح ۔ اور نمبر ہذا مین مضمون "قرآن کی اخلاقی تعلیم بمقابلہ انجیل") دیکھکر شرماوے ۔ اور اپنی بدگمانی سے باز آوے

شاعۃ السنہ پر قومی ترقی کی ترغیب کے مضامین پر نصرانیون کی موافقت کا ال

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

اور روز قیامت کو سامنے رکھ کر کہین کہ اس بی یقینی وبی اطمینانی پر انکا ایک حکم قرآنی (جسکا قرآن سے ثابت ہونا مانتے ہین) کو منسوخ کہنا حلال ہے؟ - اور نسخ شریعت شبہ سے جائز ہے - اور کیا انکے بقیہ مذہب کے (جنمین وہ اکثر اہل مذاہب کے مخالف ہین - اور ان کے سبب وہ عام مسلمانون سے علیحدہ ہوگئے ہین) بنا ر ایسے اصول پر قائم ہے؟ -

اور اگر وہ دل سے یقین سے اس بیعت کو منسوخ و مخصوص نہین جانتے - صرف ان آفات و بدعات کے سبب جو اکثر خاندانون - اور بیعت خانون مین اسوقت پائی جاتی ہین - اس بیعت سے منع کرتے ہین تو اسکے مقابلہ مین اس بات کو سوچ لین کہ ایک امر مشروع و ثابت کو بلحاظ سکے نتائج کے مٹیامیٹ کرنا جائز ہے - کیا جو نتائج بد نماز مین نکلتے ہین جو اوپر بیان ہوئے انکی نظر سے وہ روک سکتے ہین - اگر وہ ایسا ہی کرینگے تو انمین اور نجدیون مین کیا فرق رہے گا جو اکثر احکام و اخبار ثابتہ و محققہ کو (صرف اس نظر سے کہ لوگ اس سے بد نتیجہ نکالینگے اور دین اسلام مین خرابی ڈالینگے) نہین مانتے - اور صاف کہدیتے ہین کہ یہہ حکم شریعت مین وارد نہین ہے یہہ تو مفسرین یا محدثین وغیرہ علماء اسلام نے ازخود گھڑ لیا ہے -

اور فریق مثبت کی خدمت مین یہہ التماس ہے - کہ وہ اگر سنت بیعت کو سنت مسواک کرنے یا آنکھ مین سرمہ لگانے یا اپنے آپ توبہ و استغفار کرنے پر فوقیت ندین اور اسکو مناط و مدار حصول احسان عبادت و کمال عرفان قرار ندین - اور اسکو ایسی سنت موکدہ و مستمرہ نہ ٹھہراوین - جیسے اذان - و اقامت - و جماعت مستمرہ چلی آتی ہے اور اسمین وہ ان خصوصیات رسمیہ کو جو خاندانی پیرون مین چلی آتی ہین - جیسے باپ مرے بیٹے کو اسکی جگہہ گدی پر بٹھانا - یا تمام خاندان مین کسی ایک کو پیر مغان سب کی بیعت کے لئے مخصوص کرنا - باوجودیکہ علم مین تقوے مین اس سے بڑھکر یا اسکے برابر اور بھی موجود ہون - اور لوگون کو اسکی بیعت و اطاعت کے لیے اہتمام سے دعوت کرنا - جیسے خلیفہ وقت یا امام کی اطاعت کی طرف دعوت کا اہتمام کیا جاتا ہے (باقی آئندہ)

اس سال مین ایک مضمون یہہ نکلا ہے کہ حکام انگریزی کے خوش کرنیکے لیئے جو وضع رکھی جاوے درست ہے — اس قسم کے مضامین کے ملکی اخبارات ذمہ وار ہین — آپ کا پرچہ تو مذہبی ہے پھر اوسکو دنیاوی معاملات سے کیا تعلق ہے"-؟

پہلے صاحب کے جواب مین تو مین منجملہ بہت سے آیات و احادیث کے صرف ایک اُس آیت کو **پیش کرتا ہون** جسمین خداوند تعالی نے ابوسفیان کی جنگ عہد سے شکست کھاکر پھر مدینہ کیطرف لوٹ آئے کے قصد پر مسلمانون کو مشرکین کی جرأت و تحمل یاد دلاکر فرمایا ہے کہ تم انکی دہاوی مین کیون سست ہوتے ہو - تم زخمی ہو چکے ہو تو کیا وہ زخمی نہین ہوئے اور باوجود اسکے وہ سست نہین ہوئے اور تمکو اس لڑائی مین ثواب آخرت کی بہی امید ہے جو اُنکو نہین ہے - پہر بہی وہ لڑائی کو تیار ہین -

ولا تهنوا فی ابتغاء القوم ان تکونوا تالمون فانهم یالمون کما تالمون وترجون من الله ما لا یرجون (سورہ نسا، ۱۰۴)
کما تالمون ای مثلکم ولا یجبنون عن قتالکم ما لا یرجون هم - فانتم تزیدون علیهم بذلک فینبغی ان تکونوا ارغب منهم فیه (جلالین وغیرہ)

اور یہہ **پوچھتا ہون** کہ کیا خداوند تعالی کو بہی اس ذکر جرأت تحمل مشرکین سے انکی تعریف و توصیف مدنظر ہے - اگر وہ کہین کہ خداوند تعالی نے صرف مسلمانون کو جرأت دلانیکے لیئے مشرکین کے جرأت و تحمل کا ذکر کیا ہے - تو کہا جاویگا - کہ راقم کے اس بیان کو کہ فلان سنت مسلمانون نے عیسائیون سے نہین لی ہے - مسلمانون کو عبرت و شرم دلانے پر حمل کرنے سے کون مانع - اور اس بدگمانی پر کہ اس سے بجز تعریف انگریزون کی اور کچہہ مقصود نہین ہے - کون سی دلیل ہے جو قیامت کے دن چل سکے - اور خدا کے سامنے صحیح نکلے -

جو شخص اشاعۃ السنہ پر عیسائیون کی خاطرداری و لحاظ کا بدگمان کرے - وہ اشاعۃ السنہ مین عیسائیون کی مخالف مضامین (جیسے نمبر ۲ و ۳ جلد ۴ مین مضمون ولادت مسیح - اور نمبر ۱۰ مین مضمون قرآن کی اخلاقی تعلیم بمقابلہ انجیل") دیکہکر شرماوے - اور اپنی بدگمانی سے باز آوے اور جو **شخص** اشاعۃ السنہ پر قومی ترقی کی ترغیب کے مضامین دیکہکر نیچریون کی موافقت کا الزام

لگاوے وہ اشاعۃ السنہ مین نیچریون کی مخالف مضامین (خصوصًا نمبر ۱ سالگذشتہ کے نمبر ۱۱ مین نکلا ہے) ملاحظہ مین لاکر اپنی بدگمانی پر پچھتاوے - اور **جو شخص** اشاعۃ السنہ پر مقلدہوجانے یا مقلدین کی خوشامد کرنے کا گمان کرے وہ ضمیمجات اشاعۃ السنہ (خصوصا جلد ۲) کو پڑھے اور اپنے اس گمان پر شرم و افسوس کرے - اور خدا تعالی سے ڈرے - **باقی** صاحبون کے جواب مین یہہ آیت ہی کافی ہے - اور جو کیفیت سالانہ سالگذشتہ مین لکھہ چکا ہون وہی وافی -

علاوہ بران انکے جواب مین کچھہ اور بہی کہنا مناسب سمجھتا ہون جو تینون صاحبون کی اعتراضات کا جواب ہے وہ یہہ ہے - اشاعۃ السنہ مین اسوقت تک کسی میونی سپل کمیٹی کے حالات مذکورہ بالا بیان نہین ہوئے - اور کسی پرچہ مین یہہ مضمون نہین نکلا کہ حکام کے خوش کرنیکے لیئے جو وضع رکھی جاوے جائز ہے - بلکہ اسکا خلاف نمبر ۱ جلد ۵ صفحہ ۳۰۰ مین موجود ہے - اور مسائل شرعیہ اور جوابات نیچریہ تو اسکے اخیری پرچون مین ہی موجود ہین - دیکھو نمبر ۱۱ و نمبر ۱۲ جلد ۵ جو اخیری پرچہ ہین انمین نیچریون کی نسبت سوال و جواب اور شادی ختنہ کی موقعہ پر برادریون اور عالم لوگون کی دعوت کے مسائل موجود ہین -

پہر مین نہین سمجھتا کہ میری دوست و ناصح نے کس بنا پر یہہ مضمون شکایت لکھہ مارا - ہان انجمن ہمدردی اسلامی کے حالات اور اسکے ممبرون کی فہرستات اسمین درج ہوتی ہین - اگر میرے دوست و ناصح انکو میونی سپل کمیٹی کے حالات سمجھتے ہین - تو پہر مجھے اونکی فہم پر شکایت نہین ہے - وہ معذور ہین -

انجمن ہمدردی کے حالات و کیفیات کو کوئی دنیاوی معاملات سمجھے تو وہ بہی معذور ہے انجمن ہمدردی اسلامی ترقی دین کا وہ آلہ ہے کہ اگر وہ اپنے کمال کو پہنچا تو کس و ناکس خود دیکھہ لیگا کہ اس سے دین اسلام کو کیا فائدہ پہنچا ہے -

انجمن ہمدردی ہی ایک وہ آلہ ہے جسکے ذریعہ سے مختلف مذہب اسلام کا باہم اتحاد و التیام

پیدا ہونا متوقع ہے۔

(۲) انجمن ہمدردی ہی وہ آلہ ہے جسکے ذریعہ سے متفق علیہ علوم ومسائل مختلف مذاہب اسلامیہ کا مدرسہ عنقریب قائم ہونے کی امید ہے۔

(۳) انجمن ہمدردی ہی ایک وہ آلہ ہے جو مسلمانون کو دینی علوم حاصل کرنیکا ذریعہ بنا دیگا۔ اسکے مدرسہ مین دنیاوی علوم کا پڑہنا دینی علم کے پڑہنے سے مشروط ہوگا۔

(۴) انجمن ہمدردی ہی ایک آلہ ہے جس سے عام غریب مسلمانون کو کوچہ ذلت وافلاس سے قدم نکالنے کا موقعہ ملے گا۔

ایسی انجمن کی حالات اگر اس غرض سے کہ لوگ اسکی عمدہ کارروائیان پڑہکر یا سنکر اسمین شریک ہون اور اسکی عزت وقدر کرین۔ اشاعۃ السنہ مین چہاپے جاوین تو اسکو دنیاوی معاملات کون کہہ سکتا ہے؟

جوابات سوالات کمیشن تعلیم جو اسمین درج ہوئی ہین انکا دین اسلام اور اشاعۃ السنہ سے تعلق اور انکو نقل کرنیکی غرض نمبر ۶ جلد ۵ مین تفصیل سے بیان ہوچکی ہے۔ اس نمبر کے مطالعہ کے بعد امید ہو کہ کسی کو یہ شک نہوگا کہ ان جوابات کو دین اسلام سے تعلق نہین ہے۔

کفار کی نوکری کا مضمون صرف اہل اسلام کی ذلت وتباہی حالت دیکھکر کمال ہمدردی ودلسوزی سے لکھا گیا ہے۔ اور اسکا ثبوت آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ سے باستشہاد اقوال علما ومحدثین ومفسرین دیا گیا ہے۔ ان استدلالات مین کم سے کم ایک بہی ایسی بات نہین ہے جسمین ایڈیٹر کی ذاتی اجتہاد کو دخل ہو۔ اور علما سلف وخلف نے وہ بات نہ کہی ہو۔ پہر اس مضمون کی نسبت کوئی محدثانہ اور فقیہانہ اعتراض نکرنا صرف راقم کی نیت کا قصور وفتور تجویز کرنا ہے (معترض خود ہی خیال کرین) کیا معنے رکھتا ہے۔

الغرض اشاعۃ السنہ بزعم خود جو کچہہ لکہتا اور بیان کرتا ہے اسمین بجز اظہار مسائل شرعیہ کچہہ پیش نہین رکہتا۔ آگے اسکے دعوی کا فیصلہ کرنا اور اسکی دلی نیت وخیال پر قطعی حکم لگانا خداوند تعالی کا

کام ہے جو دلون کا خالق اور خیالون اور نیتون کا واقف ہے۔ ناظرین و سامعین ان مسائل و مباحث کو للاہیت و نیک نیتی پر مبنی سمجھین خواہ مداہنت و بدنیتی و حکام وقت کی خوشامد طلبی پر مبنی قرار دین۔ ہر ایک کام اچھا ہو خواہ برا دونون قسمون کی نیت نیک و بد سے ہو سکتا ہے۔ پھر کسی شخص پر یہہ گمان کر لینا کہ اُسنے وہ کام بدنیتی سے کیا باز پرس کا محل ہے۔ اللہ تعالے فرماتا ہے جسکا تمکو یقین نہو اُسکے پیچھے مت لگو کان اور دل سبھی سے سوال ہوگا۔ اور فرمایا کہ ایمان والو بہتیری بُری گمانون سے بچو کیونکہ بعض گمان گناہ بھی ہوتے ہین۔ (یعنی جو خلاف واقع نکلے) اور فرمایا مومنون نے جب وہ بات سنی جی مین نیک گمان کیون نہ کیا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (برے) ظن سے بچو ظن (بد) بڑی جھوٹی بات ہے۔

> ولا تقف ما ليس لك به علم ان السمع والبصر
> والفواد كل اولئك كان عنه مسئولا
> (بنی اسرائیل ۳۶)
> یا ایہا الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان
> بعض الظن اثم۔ (حجرات ع ۲)
> لولا اذ سمعتموہ ظن المؤمنون والمؤمنات
> بانفسہم خیرا۔ (نور ع ۲)
> ایاک والظن فان الظن اکذب الحدیث
> (صحیح بخاری ص ۸۹۶)

اس بدگمان کو اگر خداوند تعالی قیامت کے دن پوچھیگا تو نے اس کام مین بدظنی کا گمان کیون کیا تھا۔ تو اُسکو بادلیل جواب و ثبوت دینا مشکل ہو جاویگا۔ اور حسن ظنی (بے دلیل بھی) کر لیگا تو اُسپر سوال و مواخذہ نہوگا۔ مین اس ناصح دوست اور جملہ ناظرین و سامعین کی خدمت مین یہہ بھی التماس کرتا ہون کہ میرے ان پرچون کو بچشم خود دیکھکر جو فتوی میری نیت و دل پر چاہین لگائین۔ بن دیکھے بن پڑھے سنی سنائی باتون پر سوء ظنی کے ساتھ فتوی نہ لگاوین۔ شاید مؤلف اشاعۃ السنۃ ان (بزعم معترض) غیر مفید یا مضر مضامین کے مواخذہ سے اپنی نیک نیتی کے سبب چھوٹ جاوے۔ اور وہ لوگ سوء ظنی کے مواخذہ مین پھنس جاوین۔ پھر اُلٹے لینے کی دینی آ دین۔ زیادہ تر یہہ التماس اُن لوگون کی خدمت مین ہے جو مقدس اور پاک لوگ ہین۔ اور اپنے آپ کو دیندار و متقی و پرہیزگار